علی رضی اللہ عنہ کی باتیں
اشتیاق احمد

علیؓ کی باتیں

اشتیاق احمد

Ali Ki Batain

Published by:
Ejaz Ahmad Nawab

ناشر	:	اعجاز احمد نواب
نام کتاب	:	علیؓ کی باتیں
مصنف	:	اشتیاق احمد
کمپوزنگ	:	ندیم صدیقی
تعداد	:	1000
مطبع	:	اسد محمود پرنٹرز، گوالمنڈی، راولپنڈی

Rs. 50.00

ڈسٹری بیوٹر

اشرف بک ایجنسی

کمیٹی چوک اقبال روڈ، راولپنڈی

Ph : 5534610 - 5774682

دو باتیں

اس سلسلے کی چار کتابیں آپ تک پہنچ چکیں، یہ پانچویں ہے...... اب روز بروز
ان کتابوں کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے اگر چہ رفتار وہ نہیں جو جاسوسی ناولوں کی
ہے، تاہم میرے اس اعلان پر کہ یہ کتابیں جاسوسی کتابوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر
دلچسپ اور سنسنی خیز ہیں کچھ بچوں اور بڑوں نے ہمت کر کے پڑھ کر دیکھ لیں، انہوں
نے میرے اعلان کو سو فیصد درست پایا، دراصل اسلامی تاریخ کا دامن حیرت انگیز
واقعات سے مالا مال ہے، بشرطیکہ اسے واقعاتی انداز میں لکھا جائے، واقعاتی انداز
میں تاریخ کے عین مطابق بچوں کے لیے ایسی کتابیں لکھنے کا تجربہ اس سے پہلے کسی نے
بھی نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ بچے اور بڑے اس طرف بہت کم راغب ہوتے تھے، لیکن
اب چونکہ ایک نئے انداز کی چیز ان کے سامنے آئی تو قدرے تجسس ہوا اور یہ تجسس

انہیں کتاب پڑھ کر دیکھنے پر مجبور کرنے لگا، چنانچہ اکثر نے انہیں پڑھا اور وہ اپنے خطوط میں برملا یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ آپ کی جاسوسی کتابیں بہت پسند آئیں لیکن جتنی زیادہ رسولؐ کی باتیں صدیقؓ کی باتیں، عمرؓ کی باتیں، عثمانؓ کی باتیں پسند آئیں، اس قدر جاسوسی کتابیں پسند نہیں آئیں۔ یہی میں اب بھی کہتا ہوں جن لوگوں نے اب تک یہ تجربہ نہیں کیا میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ اسلامی واقعات سے بھرپور یہ پانچ کتابیں پڑھ کر دیکھیں، آپؐ اس دعوے کو دعوے کے لحاظ سے بڑھ کر پائیں گے اور نہ پائیں تو......اب میں فٹ پاتھ پر خوانچہ لگانے والوں کی طرح یہ تو کہنے سے رہا، قیمت واپس!

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆☆☆

ریگستان میں ایک شخص خدا کی عبادت میں مصروف تھا۔ ایک مسافر اس کے پاس سے گزرا وہ کوفے جا رہا تھا۔ اس بزرگ کو دیکھ کر اس کے پاس بیٹھ گیا اور بولا۔

"بابا......! میں بھوکا ہوں، کچھ کھانے کے لیے مل سکتا ہے۔"

"ہاں ! کیوں نہیں"۔

یہ کہہ کر بزرگ نے اسے سوکھے ٹکڑے کھانے کے لیے دیے مسافر نے ان ٹکڑوں کو دیکھ کر کہا۔

"یہ تو سوکھے ٹکڑے ہیں، مجھ سے تو نہیں کھائے جائیں گے۔"

"تو پھر شہر چلے جاؤ، وہاں لنگر کھلا ہے، جا کر تازہ کھانا کھالو۔" انہوں

نے کہا اور خدا کی یاد میں مصروف ہو گئے۔ مسافر اٹھا اور چل پڑا۔ کوفے میں داخل ہوا اور پتا پوچھکر لنگر خانے پہنچا، دیکھا کہ لوگوں کو طرح طرح کے کھانے کھلائے جا رہے ہیں۔ دو حسین و جمیل نوجوان لوگوں کو کھلانے میں تیزی سے اِدھر اُدھر آ جا رہے تھے۔ اس نے بھی ان سے کھانا مانگا۔ دونوں نوجوانوں نے اسے عزت سے بٹھایا اور کئی طرح کے کھانے اس کے سامنے لا رکھے۔ اس نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور پھر بچا ہوا کھانا کپڑے میں باندھنے لگا۔ نوجوانوں نے دیکھا تو اس کی طرف بڑھے۔

"یہ آپؒ کیا کر رہے ہیں۔"

"شہر سے باہر ایک بزرگ اللہ کی عبادت میں مصروف ہیں، ان کے پاس کھانے کے لیے سوکھے ٹکڑوں کے سوا کچھ نہیں، میں نے سوچا واپسی پر یہ بچا ہوا کھانا اسے دے دوں۔"

یہ سن کر دونوں نوجوان مسکرائے اور بولے۔

"اگر ان کے لیے لے جانا چاہتے ہو تو رہنے دو، کیونکہ یہ لنگر انہی کا جاری کیا ہوا ہے ہم دونوں ان کے بیٹے ہیں، ہمارے نام حسنؓ اور حسینؓ ہیں۔"

☆☆☆

نضر بن منصور حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ دسترخوان پر کھٹا دودھ اور سوکھی روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ دودھ اتنا بدمزہ تھا کہ اس شخص نے پیالہ

گیا۔ اس نے کہا۔

"امیر المومنین...... ! کیا آپ اسی قسم کی غذا کھاتے ہیں۔"

آپؓ نے فرمایا۔

"ہاں...... ! رسول اللہ ﷺ اس سے بھی زیادہ روکھا سوکھا کھاتے اور موٹا جھوٹا پہنتے تھے۔ اگر میں نے آپؐ کا طریقہ اختیار نہ کیا تو ڈر ہے کہ میں آپؐ سے نہ مل سکوں گا۔"

☆☆☆

آپؓ کی ایک زرہ گم ہوگئی تھی، ایک روز وہ زرہ آپؓ نے ایک عیسائی کے پاس دیکھ لی۔ وہ اسے پکڑ کر قاضی شریح کی عدالت میں لے گئے یہ واقعہ آپؓ کی خلافت کے زمانے کا ہے اور قاضی شریح آپؓ کے ہی مقرر کردہ ایک قاضی تھے، آپؓ نے عدالت میں پہنچ کر اپنا مقدمہ پیش کیا۔ انہوں نے ایک عام آدمی کی حیثیت سے یہ بیان دیا کہ عیسائی کے پاس جو زرہ ہے وہ ان کی ہے۔ قاضی شریح نے ان کا بیان سن کر عیسائی سے پوچھا۔

"تم اس زرہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟"

"یہ زرہ میری ہے۔" عیسائی نے کہا۔

"آپؓ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ زرہ آپؓ کی ہے۔" قاضی نے حضرت [illegible] جواب دیا۔

''میں گواہ کے طور پر اپنے بیٹوں کو پیش کر سکتا ہوں۔'' حضرت علیؓ نے جواب دیا۔

''بیٹوں کی گواہی عدالت میں قابل قبول نہیں۔'' قاضی بولے۔

''میں اپنا غلام بھی گواہی کے لیے پیش کر سکتا ہوں۔''

حضرت علیؓ نے فرمایا۔

''اِس کی گواہی بھی منظور نہیں کی جا سکتی۔''

''تب پھر میں اور کوئی گواہ پیش نہیں کر سکتا۔'' حضرت علیؓ بولے۔

یہ سن کر قاضی شریح نے فیصلہ عیسائی کے حق میں دے دیا، وہ زرہ لے کر چلتا بنا۔ امیر المومنینؓ اس کا منہ دیکھتے رہ گئے، لیکن چند قدم جا کر عیسائی لوٹ آیا اور بولا۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ ایسا ہی فیصلہ ہے جیسے فیصلے نبیؐ کیا کرتے تھے۔ ایک امیر المومنین مجھے اپنے مقرر کردہ قاضی کی عدالت میں لاتا ہے اور فیصلہ اس کے خلاف ہوتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں، یا امیر المومنین یہ زرہ آپؓ ہی کی ہے، میں اس لشکر کے ساتھ کچھ دور تک گیا تھا جو صفین جا رہا تھا، راستے میں میں نے ایک اونٹ پر سے یہ زرہ چرالی تھی۔

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

''چونکہ تم مسلمان ہو گئے ہو، اس لیے اب یہ زرہ تمہاری ہے۔

☆☆☆

خلافت سے پہلے آپؓ کی ساری عمر اسلام کے لیے قربانیاں دیتے گزری ، یہاں تک کہ بچپن بھی ۔ جب آنحضورﷺ نے نبی ہونے کا اعلان کیا اور مشرکین مکہ آپؐ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تو ایک روز رسول اللہﷺ نے تمام سرداروں کی دعوت کا پروگرام بنایا۔ آپؐ یہ چاہتے تھے کہ وہ سب ایک جگہ جمع ہوں تو انہیں اسلام کی دعوت دی جائے۔ اس دعوت کا انتظام آپؐ نے حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔ آپؓ نے نہایت اچھا انتظام کیا۔ جب قریش جمع ہو گئے تو انہیں اسلام کی دعوت دی۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر صرف چودہ سال تھی۔ دعوت میں کل چالیس مہمان تھے، جن میں حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ، ابولہب ، ابو طالب بھی شریک تھے، لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے اٹھ کر فرمایا۔

''خدا کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں ، بولو تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا۔'' جواب میں وہ سب چپ رہے، صرف شیر خدا علی مرتضی کی آواز بلند ہوئی، انہوں نے فرمایا۔

''اگرچہ میں عمر میں چھوٹا ہوں، میری آنکھوں میں تکلیف رہتی ہے اور میری ٹانگیں پتلی ہیں، یعنی میں بہت کمزور ہوں، پھر بھی میں آپؐ کا مددگار بنوں

گا، آپؐ کا دست و بازو بنوں گا؟'' رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا۔

''اچھا تم بیٹھ جاؤ۔''

اور پھر لوگوں سے خطاب کیا، لیکن کسی نے بھی جواب نہ دیا، اس بار پھر حضرت علیؓ اٹھے اور وہی الفاظ دہرائے آنحضرت ﷺ نے انہیں پھر بٹھا دیا۔ یہاں تک کہ تیسری بار بھی کوئی کچھ نہ بولا اور پھر حضرت علیؓ ہی اٹھے تو آپؐ نے فرمایا۔

''بیٹھ جاؤ......! تم میرے بھائی اور میرے وارث ہو۔''

☆☆☆

غزوہ بدر میں جب کافروں کے تین نامی گرامی بہادروں نے باہر نکل کر مقابلے کے لیے للکارا تو آنحضرتؐ نے مدینے کے دونو جوانوں کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا، لیکن کافروں نے کہا۔

''اے محمد ﷺ ہمارے مقابلے میں ہمارے ہمسر بھیجو۔''

اب رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان کے تین عزیزوں کے نام لیے اور حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ میدان میں نکلے۔ حضرت علیؓ نے اپنے مقابل ولید کو ایک ہی وار میں قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد جھپٹ کر عبیدہؓ کی مدد کی اور ان کے حریف شیبہ کو بھی قتل کر ڈالا۔ پھر جب عام حملہ ہوا تو شیر خداؓ نے دشمن کی صفیں الٹ دیں۔

☆☆☆

غزوہ احد میں جب مسلمانوں میں ابتری پھیل گئی تو مشرکین مکہ سرور کائنات ؐ پر ٹوٹ پڑے، لیکن حضرت مصعب ؓ بن عمیر نے انہیں آپ ؐ تک جانے سے روک دیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حیدر کرار ؓ نے بڑھ کر جھنڈا ہاتھ میں لیا اور دوسرے صحابہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیے۔ ایسے میں مشرکوں کے ایک سردار ابو سعید بن ابی طلحہ نے مقابلے کے لیے للکارا۔ شیر خدا ؓ نے بڑھ کر ایسا ہاتھ مارا کہ خاک پر تڑپنے لگا۔

☆☆☆

غزوہ خندق میں کافروں کے سردار عبدود نے کسی کو تنہا مقابلے کی دعوت دی۔ حضرت علی ؓ نے فوراً اپنے آپ کو پیش کر دیا، وہ انہیں دیکھ کر بولا۔

"کسی اور کو بھیجو، میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا۔"

آپ ؓ نے فوراً جواب دیا۔

"لیکن میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔"

یہ سن کر اسے غصہ آ گیا اور مقابلے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر تک تلواروں سے مقابلہ جاری رہا۔ آخر ذوالفقار حیدر ؓ نے عبدود کا کام تمام کر دیا۔

☆☆☆

فتح خیبر کے موقعے پر جب قلعہ کسی سے فتح نہ ہوتو حضرت علیؓ کے ہاتھ میں علم دیا گیا۔ قلعے کا سردار مرجب آپؓ کے مقابلے میں شعر پڑھتا ہوا آیا، آپؓ نے ایک ہی وار میں اس کا صفایا کر دیا۔ قلعے کا دروازہ آپؓ نے اپنے ہاتھوں سے اکھاڑ پھینکا۔

☆☆☆

ایک شخص کو چوری کے الزام میں پکڑ کر آپؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور دو گواہ بھی پیش کر دیئے گئے۔ آپؓ نے گواہوں کو دھمکی دی کہ اگر ان کی گواہی جھوٹی نکلی تو سخت سزا دی جائے گی۔ اس کے بعد آپؓ کسی دوسرے کام میں لگ گئے۔ اس کام سے فارغ ہوکر دیکھا تو دونوں گواہ موقع پا کر چل دیئے تھے۔ آپؓ نے ملزم کو بے قصور پا کر چھوڑ دیا۔

ایک بار کچھ نارنگیاں آئیں، انہیں مسلمانوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، لیکن اس سے پہلے امام حسنؓ، امام حسینؓ نے ایک ایک نارنگی اٹھالی۔ جناب امیرؓ نے دیکھا تو فوراً نارنگیاں چھین لیں اور پھر انہیں لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

☆☆☆

ایک مرتبہ اصفہان سے مال آیا، مال میں ایک روٹی بھی تھی۔ آپ نے مال کے سات حصے کیے تو ساتھ میں روٹی کے بھی سات حصے کیے، پھر ان ٹکڑوں سمیت مال کو تقسیم کر کے بیت المال کو خالی کر دیا۔ اس کے بعد بیت المال میں جھاڑو دی، دو رکعت نماز پڑھی تا کہ وہ قیامت تک ان کی امانت اور دیانت کی گواہ رہے۔

☆☆☆

آپؓ نے کوفے کو اپنا دارالخلافہ بنایا، وہاں تشریف لائے تو وہاں بنے، حاکم کے محل کی بجائے ایک میدان میں ٹھہرے اور فرمایا۔

"عمر بن الخطابؓ نے ہمیشہ ہی ان عالی شان محلوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ مجھے بھی ان کی ضرورت نہیں میدان ہی میرے لیے کافی ہے۔"

☆☆☆

بچپن سے پچیس چھبیس برس کی عمر تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے بھلا سرور کائنات کے ہاں دنیاوی عیش کا کیا کام تھا۔ پھر حضرت فاطمہؓ خاتون جنت سے شادی ہوئی، انہیں جہیز میں رسول اللہ کی طرف سے ایک پلنگ، ایک بستر، ایک چادر، دو چکیاں اور مشکیزہ ملا۔ پھر چیزیں لے کر وہ علیحدہ گھر میں آ گئے۔ دعوت ولیمہ کے لیے آپؓ کے پاس ایک زرہ کے سوا کچھ نہ تھا، چنانچہ اس کو

فروخت کر کے دعوت ولیمہ کا سامان خریدا، اس میں کھجور، جو کی روٹی، پنیر اور ایک خاص قسم کا شوربہ تھا، لیکن یہ اس زمانے کا پرتکلف ولیمہ تھا۔ حضرت اسمؓ کا بیان ہے کہ اس سے بہتر ولیمہ اس زمانہ میں نہیں ہوا۔

☆☆☆

حضرت فاطمہؓ جو سامان اپنے گھر سے لائی تھیں، اس میں ایک چیز کا بھی اضافہ نہیں ہو سکا۔ چکی پیستے پیستے انؓ کے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے۔ گھر میں اوڑھنے کے لیے صرف ایک چادر تھی وہ بھی اس قدر مختصر کہ پاؤں چھپاتے تو سر تک نہیں پہنچتی تھی اور سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتے تھے۔ ہفتوں گھر سے دھواں نہ اٹھتا، بھوک کی شدت ہوتی تو پیٹ سے پتھر باندھ لیتے۔

☆☆☆

ایک روز مزدوری کے لیے گھر سے نکلے۔ مدینے کے قریب ایک بستی عوالی میں ایک بوڑھی عورت اپنے کھیت کو پانی سے سیراب کرانا چاہتی تھی اس کے پاس پہنچ کر اجرت طے کی اور پانی کھینچنے لگے۔ یہاں تک کہ ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے۔ اس قدر زبردست محنت و مشقت کے بعد ایک مٹھی کھجوریں اجرت میں ملیں۔ لے کے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے تمام کیفیت سن کر شوق سے کھانے میں ساتھ دیا۔

☆☆☆

خلافت ملنے پر بھی ان کا حال یہی رہا۔ موٹا جھوٹا لباس اور روکا پھیکا کھانا ان ؓ کے لیے دنیا کی سب سے بڑی نعمت تھی۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیر نامی ایک آدمی ان کے ساتھ کھانے پر تھے۔ دستر خوان پر نہایت معمولی کھانا دیکھ کر انہوں نے کہا۔

"امیر المومنین ؓ......! آپ ؓ کو پرندے کے گوشت کا شوق نہیں" جواب میں آپ ؓ نے فرمایا۔

"ابن زبیر، خلیفہ وقت کو مسلمانوں کے مال میں سے صرف دو پیالوں کا حق ہے، ایک اپنے اور اپنے گھر کے لیے اور دوسرا خلق خدا کے سامنے پیش کر دے۔"

☆☆☆

آپ ؓ نے اپنے دروازے پر کبھی کوئی دربان نہیں رکھا۔ فیاضی کا یہ عالم تھا کہ اپنے گھر میں کبھی کبھار نوبت فاقوں تک آ جاتی۔ ایک مرتبہ آپ ؓ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"میری تلوار کا کون خریدار ہے، خدا کی قسم اگر میرے پاس ایک تہبند کی قیمت ہوتی تو کبھی اسے فروخت نہ کرتا۔" ایک شخص نے اٹھ کر کہا۔

"امیر المومنین.....! میں تہبند کی قیمت قرض دیتا ہوں۔"

☆☆☆

گھر میں کوئی خادمہ نہیں تھی۔ ایک مرتبہ شہنشاہ دو عالمؐ کی بیٹی باپؐ کے پاس اپنی مصیبت بیان کرنے گئیں، لیکن آپؐ موجود نہیں تھے، اس لیے واپس آ کر سو رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عائشہؓ کی اطلاع پر آنحضرت ﷺ خود تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا۔

''بابا جان ...... ! ایک لونڈی گھر کے کام کاج کے لیے مجھے بھی مل جائے۔'' یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

''میں تمہیں ایک ایسی بات کیوں نہ بتا دوں جو ایک خادم سے کہیں زیادہ تمہارے لیے مفید ہو۔''

اس کے بعد آپ نے تسبیح پڑھنے کی تعلیم دی۔ یعنی 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمد للہ اور 34 بار اللہ اکبر پڑھنے کی نصیحت فرمائی۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جس روز سے آپؐ نے اس کی تلقین فرمائی، ہم نے اسے پڑھنا ترک نہیں کیا۔

☆☆☆

ایک بار گھر میں تین دن سے فاقہ تھا۔ آپؓ مزدوری کی تلاش میں نکلے۔ ایک باغ کو رات بھر پانی دینے کے بعد جو مزدوری ملی، لے کر گھر آئے۔ مزدوری میں سے تیسرا حصہ لے کر حریرہ پکوانے کا انتظام کیا۔ ابھی پک کر تیار ہوا

ہی تھا کہ ایک مسکین نے صدا دی۔ حضرت علیؓ نے سب اٹھا کر اسے دے دیا۔ پھر باقی میں سے نصف کے پکوانے کا انتظام کیا۔ تیار ہوا ہی تھا کہ ایک یتیم نے آ کر سوال کیا۔ آپؓ نے وہ اٹھا کر اس کی نذر کر دیا۔ غرض اسی طرح تیسرا حصہ بھی پکنے کے بعد ایک مشرک کو دے دیا۔ اس طرح آپؓ رات بھر کی مشقت کے باوجود فاقے سے رہے۔

☆☆☆

ایک مرتبہ آنحضرتؐ آپؓ کو تلاش کرتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ زمین پر سو رہے ہیں۔ چادر پیٹھ کے نیچے سے سرک گئی ہے اور جسم پر گرد و غبار لگ گیا ہے۔ سرور کائنات ﷺ کو یہ سادگی بہت پسند آئی۔ خود اپنے دست مبارک سے ان کا بدن صاف کر کے محبت بھرے لہجے میں فرمایا۔

"مٹی والے اب اُٹھ بیٹھ۔"

زبان نبوی کا عطا کردہ یہ خطاب حضرت علیؓ کو اس قدر پیارا ہو گیا کہ جب کوئی انہیں مٹی والے کہہ کر مخاطب کرتا تو آپ بہت خوش ہوتے، لوگ آپ سے ملنے کے لیے آتے تو آپؓ اپنے ہاتھوں سے اپنا یا گھر کا کام کاج کرتے نظر آتے۔

☆☆☆

کچھ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی۔ آپؐ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔

''اے لوگو! علیؓ کی شکایت نہ کرو، خدا کی قسم خدا کی ذات اور اس کی راہ کے معاملے میں وہ قدرے سخت واقع ہوئے ہیں۔

☆☆☆

حضرت امیر معاویہؓ نے ضرار، اسدی سے کہا (آپؓ کی شہادت کے بعد)

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوصاف میرے سامنے بیان کرو۔''

انہوں نے جواب میں کہا۔

''اس سے مجھے معاف فرمایئے۔''

حضرت معاویہؓ بولے۔

''نہیں! ضرور بیان کرو۔'' تب ضرار بولے۔

''تو سنیے! وہ بلند حوصلہ تھے، نہایت طاقت ور تھے، فیصلہ کن بات کہتے تھے۔ عادلانہ فیصلہ کرتے تھے۔ ان کی ہر جانب سے علم کا سرچشمہ پھوٹتا تھا، ان کے تمام اطراف سے حکومت ٹپکتی تھی، دنیا کی دلفریبی اور شادابی سے انہیں وحشت ہوتی تھی، اور رات کی وحشت ناکی انہیں پسند تھی، بڑے رونے والے اور غور وفکر کرنے والے تھے۔ موٹا جھوٹا لباس اور روکھا سوکھا کھانا پسند فرماتے

تھے۔ ہمارے درمیان بالکل ہماری طرح رہتے تھے۔ جب ہم ان سے سوال کرتے تو وہ ہماری بات کا جواب دیتے تھے اور جب ہم ان سے انتظار کی درخواست کرتے تو وہ ہمارا انتظار کرتے تھے۔ اپنی خوش خلقی سے ہمیں اپنے قریب کر لیتے تھے اور خود ہم سے قریب ہو جاتے تھے لیکن اس کے باوجود خدا کی قسم ان کی ہیبت کی وجہ سے ہم ان سے بات نہیں کر پاتے تھے۔ وہ اہل دین کی عزت کرتے تھے، ان کے انصاف سے کمزور ناامید نہیں ہوتے تھے، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے انہیں بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گزر چکی ہے۔ ستارے ڈوب چکے ہیں اور وہ اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے بے چین بیٹھے ہیں، یا غمزدہ آدمی کی طرح رو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں، اے دنیا، مجھے فریب نہ دے، تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے میں نے تجھے تین طلاقیں دی ہیں۔ تیری عمر کم اور تیرا مقصد حقیر ہے سفر خرچ کم اور سفر لمبا ہے۔" (یعنی نیکیاں کم ہیں)

یہ الفاظ سن کر حضرت امیر معاویہؓ رو پڑے اور فرمایا۔

"خدا ابوالحسن پر رحم کرے، وہ ایسے ہی تھے۔"

حضرت عثمانؓ کی شہادت سے کوئی چار پانچ دن بعد لوگ خلیفہ کے چناؤ کے لیے جمع ہوئے اور عام خیال یہ پایا گیا کہ لوگوں کا رجحان حضرت علیؓ کی طرف ہے، اس طرح انصار اور مہاجرین نے مل کر آپؓ کو خلافت کا منصب پیش کیا اور

اسے قبول کر لینے پر زور بھی دیا۔ حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے والوں میں سے بھی بہت سے لوگوں نے اس پر اصرار کیا کہ آپؓ خلافت قبول کر لیں۔ آپؓ نے انکار کرنا چاہا، لیکن انکار کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ باغیوں کی وجہ سے آپؓ نے ضرور انکار کیا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے، حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کرنے اور پھر انہیں قتل کرنے والوں کے اصرار پر خلیفہ بنیں لیکن اب جب کہ انصار اور مہاجر...... اس پر متفق ہو گئے تو انہیں ماننا ہی پڑا، چنانچہ منبر نبوی پر جا بیٹھے اور لوگ آکر بیعت کرنے لگے، کچھ لوگوں نے ان کی بیعت سے انکار بھی کیا۔ آپؓ نے بھی ان بیعت پر زبردستی نہیں کی اور نہ دوسروں کو اجازت دی کہ انہیں مجبور کریں۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر نے بھی بیعت نہیں کی، لیکن باغیوں نے انہیں مجبور کیا اور حضرت علیؓ نے بھی انہیں بیعت لیے بغیر نہیں چھوڑا۔ نئے خلیفہ کی ایک ذمے داری یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو پکڑا جائے اور ان سے بدلہ لیا جائے، لیکن اس وقت مدینے میں ہر طرف باغی ہی باغی تھے اور ان میں سے اکثر نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، دوسرے یہ کہ عثمانؓ کے قاتلوں میں سے کسی کے بارے میں کوئی شہادت نہیں مل رہی تھی، اس لیے حضرت علیؓ قاتلوں کو گرفتار نہ کر سکے۔ مہاجرین اور انصار کا مطالبہ بھی یہی تھا کہ فوری طور پر قاتلین عثمان کو سزا دی جائے، کیونکہ ان سے بدلہ نہ لیا گیا تو ہر خلیفہ پر لوگ اس طرح چڑھ دوڑا کریں گے۔ حضرت علیؓ بھی اس بات کو مانتے تھے،

لیکن قاتلوں کو گرفتار کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ انہوں نے صحابہ او دوسرے لوگوں سے بھی کہا کہ ذرا فتنہ دب لینے دو، پھر حضرت عثمانؓ کے قاتلین سے نبٹ لیا جائے گا۔ صحابہؓ نے آپ کی یہ بات مان لی، چنانچہ آپؓ شام کے حکمران حضرت امیر معاویہؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔

حضرت امیر معاویہؓ اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہ چکے تھے اور بڑے بڑے صحابہ میں شمار کیے جانے لگے تھے وہ وحی کے کاتبوں میں سے بھی ایک تھے، یوں بھی مخلص انسان تھے، اس کے باوجود لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ میں نہیں بنے گی اور ہوا بھی یہی۔

حضرت علیؓ نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے کے تمام حاکموں کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ نئے حاکم روانہ کیے، چنانچہ بصرہ کے لیے ایک مشہور انصاری حضرت عثمانؓ بن حنیف، شام کے لیے ان کے بھائی حضرت سہیل بن حنیف اور مصر کی طرف قیس بن سعد کو روانہ کیا۔

رہ گیا کوفہ تو اس کے لیے آپؓ نے عمارہ بن شہابؓ کو چنا، لیکن ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ ایک کوفی نے انہیں واپس ہو جانے کے لیے کہا اور دھمکی دی کہ اگر واپس نہیں ہوں گے تو قتل کر دے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ کوفے کے لوگ اپنے امیر حضرت ابو موسیٰ نے اپنی اور کوفہ والوں کی بیعت حضرت علیؓ کی خدمت میں بھیج دی۔

☆☆☆

یمن کا حاکم آپؓ نے اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ عباس کو مقرر فرمایا۔
حضرت علیؓ کے گورنر اپنے اپنے صوبوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ قیس بن سعد تو
آسانی سے مصر پہنچ گئے اور عام مصریوں سے حضرت علیؓ کی بیعت لے لی، البتہ
ان میں سے ایک جماعت ایک مقام پر جمع ہو کر حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلے
کا مطالبہ کرنے لگی۔ عثمان بن حنیف جب بصرہ پہنچے تو لوگوں نے ان کے ساتھ
کوئی چال نہیں کھیلی۔ حضرت عثمانؓ کے حاکم وہاں سے مکہ چلے آئے۔

☆☆☆

حضرت سہیل بن حنیف شام کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی وہ شامی حدود
تک پہنچے ہی تھے کہ حضرت معاویہؓ کے سواروں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ سواروں کے
پوچھنے پر انہوں نے بتایا، وہ حاکم ہو کر آئے ہیں۔ سواروں نے انہیں جواب دیا،
اگر آپ عثمانؓ کی طرف سے ہیں تو حکومت حاضر ہے، لیکن اگر کسی اور نے بھیجا
ہے تو اس کے پاس چلے جائیے جس نے بھیجا ہے، چنانچہ وہ واپس آ گئے۔ اس پر
حضرت علیؓ نے مسور ابن مخرمہ کو اپنا ایک خط دے کر بھیجا جس میں حضرت معاویہؓ
کو لکھا کہ وہ بیعت کر لیں اور شام کے رئیسوں اور امیروں کو لے کر مدینہ منورہ
آ جائیں۔ خط میں یہ نہیں لکھا کہ وہ اپنے علاقے کے حاکم باقی رہیں گے۔
حضرت معاویہؓ نے اس خط کا کوئی جواب نہ دیا، بلکہ اپنے ایک آدمی [illegible]

دے کر مدینے کی طرف روانہ کیا۔ اس خط میں انہوں نے صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تھا۔

قاصد نے حضرت علیؓ کے پوچھنے پر بتایا کہ شام کے لوگ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں۔

☆☆☆

حضرت علیؓ نے مدینے کے بڑے بڑے لوگوں کو بلایا جن میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے ان سب کے سامنے حضرت معاویہؓ کا خط رکھا جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہؓ کو ان کی بیعت منظور نہیں۔ آپؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ بہتر ہوگا۔ فتنے کو بڑھنے سے پہلے ہی روک دیا جائے، لیکن لوگوں نے کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے مکہ جانے کی اجازت مانگی اور دونوں مکے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ادھر حضرت علیؓ شامیوں سے جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ یہ ابھی جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ مکے سے بے چین کر دینے والی خبریں آئیں۔

☆☆☆

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے مکے کا رخ کیا۔ حضرت عثمانؓ کے گورنروں میں سے بھی کئی مکے پہنچ گئے، اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی مکے

میں موجود تھیں، حج سے فارغ ہو کر مدینے کی تیاری کر چکی تھیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ بھی مکے کی طرف واپس مڑ گئیں۔ ان کا ارادہ یہی تھا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے ساتھ مل کر حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلے کا مطالبہ کیا جائے۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بصرے کی طرف چلنے کا مشورہ دیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ بولیں۔

''کیا تم لوگ مجھے لڑائی کا مشورہ دے رہے ہو۔''

ان حضرات نے جواب دیا۔

''نہیں! ...... ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کا مطالبہ کیا جائے۔

''یہی میں چاہتی ہوں۔''

انہوں نے فرمایا اور اس طرح حضرت عائشہؓ اور ان کے ساتھیوں نے بصرے کی طرف کوچ کیا۔

☆☆☆

حضرت علیؓ کو یہ اطلاعات ملیں تو انہوں نے پہلے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے معاملات طے کرنا چاہا۔ دراصل الجھن یہ تھی کہ اس وقت حضرت علیؓ کی بیعت کرنے والوں میں سے زیادہ تعداد ان باغیوں کی تھی۔ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا اور ان کے قتل میں حصہ لیا تھا۔ ان سب لوگوں سے حضرت

عثمانؓ کے قتل کا بدلہ لینا فوری طور پر ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ لہذا انہوں نے سوچا، کہیں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ان کے ساتھیوں کا مطالبہ زور نہ پکڑ جائے اور مسلمان آپس میں نہ ٹکرا جائیں۔ لہذا وہ بھی بصرے کی طرف روانہ ہو گئے تا کہ آپس میں بات چیت کر کے معاملات نبٹائے جاسکیں لیکن افسوس! ان کے ہمراہیوں میں بڑی تعداد اب بھی ان باغیوں کی ہی تھی، جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف کوششیں کی تھیں۔

☆☆☆

حضرت علیؓ مدینے سے نکلے، ان کا ارادہ یہی تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے بات چیت کر کے اپنی جماعت میں شامل کر لیں گے۔ بصرے کے حاکم عثمان بن حنیف کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ اور ان کے ساتھی بصرے کی طرف آ رہے ہیں تو اس نے اپنے دو قاصدوں کو بھیجا کہ ان سے معلوم کریں وہ اس طرف کس لیے آئے ہیں۔ انہوں نے قاصدوں سے کہا کہ ہم حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں اس طرح بصرے کے لوگوں میں سے بھی بہت سے حضرت عائشہؓ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ آخر حضرت علیؓ بھی وہاں پہنچ گئے اور پہنچتے ہی اپنے سفیر کو حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔

ان کے سفیر کا نام قعقاع بن عمرو تھا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے

پوچھا۔

''آپؓ لوگ کس ارادے سے نکلے ہیں۔''

''لوگوں کی خرابیوں کی اصلاح کرنے کے لیے!'' حضرت عائشہؓ بولیں۔

''مثلاً! آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟'' مقتاع نے پوچھا۔

جواب ملا۔

''حضرت عثمانؓ مظلوم شہید کر دیے گئے، جب تک ان کے قاتلوں کو سزا نہیں دی جائے گی، معاملات درست نہیں ہوں گے۔''

''حالات معمول پر آنے کے بعد ہی اس سلسلے میں کچھ کیا جا سکتا ہے، اس وقت حالات بہت نازک ہیں۔ حضرت علیؓ اسی خیال سے یہاں آئے ہیں۔''

''اگر حضرت علیؓ اس نظریے سے آئے ہیں تو ہمیں بھی یہ بات منظور ہے، ہم ان کے ساتھ بات چیت کرنے کے لیے تیار ہیں۔''

قعقاع خوشی خوشی واپس آئے، حضرت علیؓ کو اس گفتگو سے باخبر کیا، وہ بھی سن کر بہت خوش ہوئے۔

اس بات چیت کے بارے میں حضرت علیؓ کے ان ساتھیوں کو بھی معلوم ہو گیا۔ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے قتل میں کسی نہ کسی صورت حصہ لیا تھا۔ صلح صفائی کی بات چیت نے انہیں بوکھلا دیا۔ وہ ڈرے کہ اگر یہ آپس میں مل بیٹھے اور

ان کا اتفاق عثمانؓ شہید کے قاتلوں کی سزا پر ہو گیا تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔ انہوں نے آپس میں رازدارانہ انداز میں مشورہ کیا کہ پوری تیاری کر لو اور خاموش رہو، جب یہ آپس میں مل بیٹھیں تو جنگ چھیڑ دو۔ اس طرح صلح کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی اور ہمیں کوئی نہیں پوچھے گا، چنانچہ جیسے ہی حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے آپس میں بات چیت شروع کی، ان لوگوں نے حضرت عائشہؓ کے ساتھیوں پر اچانک حملہ کر دیا۔

☆☆☆

اس اچانک حملے نے سب کچھ درہم برہم کر دیا۔ حضرت علیؓ نے لڑائی کو روکنے کی پوری کوشش کی، یہاں تک کہ درمیان میں آ کر کھڑے ہو گئے، لیکن آگ جو بھڑک چکی تھی، اسے سرد نہ کر سکے۔

جنگ چھڑتے دیکھ کر حضرت زبیرؓ کو بہت رنج ہوا اور وہ دونوں فریقوں کے درمیان سے نکل کر ایک سمت میں چل دیئے، یہاں تک کہ وادی السباع میں پہنچ گئے اور اس جگہ احنف بن قیس نامی آدمی نے انہیں شہید کر دیا۔

حضرت طلحہؓ کو بھی کسی نے پیچھے سے ایک تیر مارا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔

اس پر بھی لڑائی جاری رہی، دونوں فریق لڑتے لڑتے تھک گئے۔ دونوں طرف کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ جب بے تحاشہ خون بہہ چکا تو دونوں طرف کے لوگوں کو ہوش آیا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اٹھتے ہاتھ جب رکے تو بے شمار لوگ قتل ہو چکے

تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کو بے تحاشہ رنج ہوا، لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

☆☆☆

اس موقع پر حضرت علیؓ نے اعلان فرمایا۔
کسی کے گھر میں نہ گھسنا، کسی کی بے حرمتی نہ کرنا، مال غنیمت نہ لوٹنا، کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرنا۔ آپؓ نے تمام مقتولین پر نماز جنازہ پڑھی، لوگوں کو اپنے اپنے مردے دفن کرنے کی اجازت دی، کٹے ہوئے اعضا کے ٹکڑے جمع کروائے اور ایک بڑا گڑھا کھود کر اس میں دفن کرا دیے۔
یہ دردناک حادثہ حضرت علیؓ کی خلافت کے صرف چند ماہ بعد ہوا، خود مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ گئیں۔

☆☆☆

آپؓ نے حضرت عائشہؓ سے ملاقات کی، اس واقعے پر افسوس کا اظہار کیا، حضرت عائشہؓ نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا۔ آپؓ حضرت عائشہؓ کے پاس سے رخصت ہوئے ہی تھے کہ دو آدمی اس مکان کے دروازے پر آ کھڑے ہوئے جس میں حضرت عائشہؓ ٹھہری ہوئی تھیں اور اونچی آواز سے آپؓ کی شان میں سخت الفاظ نکالے۔

حضرت علیؓ نے ان کے الفاظ سن لیے۔ دونوں کو بلوایا اور انہیں سو سو کوڑے لگوائے۔

اس جنگ کو جنگ جمل کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ مشہور ہے کہ اس میں حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار ہو کر جنگ میں شریک ہوئیں اور ان کا اونٹ آخر تک جما کھڑا رہا اور لوگ ان پر پروانہ وار نثار ہوتے رہے، لیکن بعض مورخوں نے یہ بھی لکھا کہ حضرت عائشہؓ میدان میں تشریف نہیں لے گئی تھیں۔ اصل بات کیا تھی، خدا ہی بہتر جانتا ہے بہرحال اسی جنگ کے بعد حضرت عائشہؓ مدینے چلی گئیں۔

☆☆☆
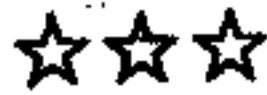
آپؓ نے کچھ روز یا کم از کم ایک ماہ تک بصرے میں قیام کیا اور پھر کوفے کی طرف روانہ ہوئے، کوفے کے لوگ بھی اس جنگ کی وجہ سے ڈرے ڈرے اور سہمے تھے۔ غمگین بھی تھے، کیونکہ ان میں بہت سوں کے باپ، بھائی اور بیٹے جنگ جمل میں شہید ہوئے تھے۔

☆☆☆
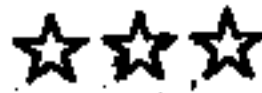
حضرت امیر معاویہؓ کو شام کا والی حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے مقرر فرمایا [illegible] ان کے پورے دور خلافت میں شام کے والی وہی رہے، اگرچہ حضرت عمرؓ [illegible] بدلتے رہتے تھے، لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے شامی فوجوں کے ساتھ

اتنا اچھا برتاؤ کیا اور انہوں نے رومیوں کے مقابلے میں ایسی ثابت قدمی دکھائی کہ آپؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو بدلنا مناسب نہ سمجھا، یہاں تک کہ عہد فاروقؓ کے بعد خلافت عثمانؓ کا دور آیا۔ انہوں نے حضرت فاروق اعظمؓ کے دور کے باقی تمام حاکموں کو تو بدل دیا، لیکن امیر معاویہؓ کو بحال رہنے دیا اور ان سے حضرت عمرؓ کی طرح خوش اور مطمئن رہے، ان پر اپنے تمام گورنروں سے تمام بھروسہ کیا، کیونکہ وہ بہت باہمت اور مشکلات میں نہ گھبرانے والے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے بعد مدینے میں حضرت علیؓ کی بیعت کر لی گئی اور...... دوسرے صوبوں میں بیعت کے لیے آدمی روانہ کیے گئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے یہ مطالبہ رکھا کہ پہلے قاتلین عثمانؓ کو پکڑا جائے۔ شام کے لوگ پوری طرح حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے لہذا حضرت علیؓ کو ان کی طرف سے خطرہ تھا، چنانچہ انہوں نے کوفہ پہنچنے کے فوراً بعد حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں ایک صحابی جریر بن عبد اللہ بجلیؓ کو سفیر بنا کر بھیجا، تاکہ آپس میں بات چیت کے ذریعے معاملات کو نمٹا لیا جائے۔

☆☆☆

جریر بن عبداللہ بجلیؓ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے اور ان سے گفتگو کی، وہ خاموشی سے سنتے رہے۔ پھر مختلف مقامات کے رئیسوں کو بلوایا اور حضرت علیؓ کے مطالبے کا ان سے ذکر کر کے مشورہ طلب کیا۔ سب نے یہی مشورہ دیا کہ

بیعت سے انکار کر دیا جائے جب تک حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو سزا نہیں دیتے۔ اس طرح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی ناکام لوٹے۔ اب حضرت امیر معاویہؓ نے بھی جنگ کی تیاری شروع کر دی، لیکن انہوں نے بھی پہلے اپنے ایک آدمی کو ایک خط دے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔

☆☆☆

خط و کتابت کا سلسلہ چلتا رہا، لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا، اب صاف نظر آنے لگا کہ جنگ کے بغیر کوئی چارہ نہیں، سن 36ھ میں حضرت علیؓ نے اپنا ہراول دستہ روانہ کیا، لیکن انہیں حکم دیا کہ شامیوں سے سامنا ہو جائے تو لڑائی میں پہل نہ کرنا، یہاں تک کہ میں پہنچ جاؤں۔ پھر آپؓ ایک عظیم لشکر لے کر نکل پڑے اور صفین کے مقام پر پہنچ گئے، لیکن حضرت امیر معاویہؓ ان سے پہلے ہی اپنے لشکر کو لے کر وہاں پہنچ چکے تھے۔

☆☆☆

کہا جاتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی فوج نے صفین کے مقام پر پہنچ کر نہر فرات سے قریب ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ حضرت علیؓ کا حضرت امیر معاویہؓ سے جنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور نہ حضرت امیر معاویہؓ ہی کوئی ارادہ رکھتے تھے، امیر معاویہؓ کا مطالبہ تو صرف اتنا تھا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے خون کا بدلہ

لیا جائے، ادھر حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں وہ باغی تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے قتل میں حصہ لیا تھا اس وقت حضرت علیؓ ان کے گھیرے میں تھے، بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دراصل حضرت علیؓ کو ان بلوائیوں کے گھیرے سے نکالنے کی غرض سے ہی میدان میں آئے تھے، خدا بہتر جانتا ہے۔

دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے، لیکن چونکہ دونوں لشکروں کے امیر اور لشکری جنگ سے بچنا چاہتے تھے، اس لیے کوئی پہل کرنے پر تیار نہ ہوا، بس ایک طبقہ ضرور ایسا تھا جو جنگ چاہتا تھا، وہی بلوائیوں کا۔

نہر فرات سے دونوں لشکر پانی لیتے تھے۔ اس طرح دونوں کے لوگوں کی آپس میں ملاقاتیں ہوتی رہتیں، فریقین کے درمیان خیالات کا شدید فرق ضرور تھا، لیکن وہ ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے، چنانچہ سفیر آئے گئے، صلح کے لیے بار بار کوشش کی گئی، یہاں تک محرم کا مہینہ شروع ہوگیا، محرم کے مہینے میں لوگ خون بہانا اور لڑنا جھگڑنا پسند نہیں کرتے تھے، لہذا ایک مہینہ اور مل گیا۔ اس دوران بھی پیغامات کا تبادلہ ہوتا رہا لیکن صلح کی کوئی صورت نہ نظر آئی اور جنگ ہوکر رہی۔

☆☆☆

اب ایسا ہوا کہ ایک دستہ ایک لشکر سے نکلا اور ایک دستہ دوسرے سے

دونوں دستے صبح سے شام تک جنگ کرتے رہتے اور باقی لشکر دیکھتے رہتے۔ عام جنگ شروع نہیں ہوسکی۔ ادھر خط و کتابت بھی جاری تھی۔ شام کو جب لڑائی بند ہوتی تو ایک دوسرے کی جوانمردی کی باتیں کی جاتیں، یہاں تک لوگ ان جھڑپوں سے تنگ آگئے، کیونکہ اس طرح دلوں میں دشمنی اور بڑھ رہی تھی۔ آخر حضرت علیؓ نے تنگ آ کر عام حملے کی تیاری شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر حضرت امیر معاویہؓ نے بھی جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ دونوں لشکر آخر ایک دن لڑ ہی پڑے اور دن بھر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ رات کا بھی ایک حصہ لڑائی میں گزر گیا اور کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔ دوسرے دن بھی نہایت شدید جنگ ہوئی۔ دونوں طرف کے لوگوں نے جوانمردی کے خوب خوب جوہر دکھائے۔ مسلمان کٹ کٹ کر گرے۔ یہاں تک کہ دوسرے دن کا سورج بھی غروب ہوگیا، لیکن لوگوں نے ہاتھ نہ روکے، جنگ برابر جاری رہی اور رات کے ایک حصے تک لڑائی ہوئی، تیسرے دن حضرت امیر معاویہؓ کی فوج میں ابتری کے آثار پیدا ہوئے، پھر اچانک حضرت امیر معاویہؓ کے لشکریوں نے قرآن شریف نیزوں پر اٹھا لیے اور منادی کرنے والے نے پکار کر کہا۔

”خدا کی کتاب اول تا آخر ہمارے درمیان ہے“

عرب! اسلام اور سرحدیں زیادہ اہم مسائل ہیں، خدا کے لیے انہیں سامنے رکھو، اگر شامی ہلاک ہوگئے تو شام کی سرحدوں کا کیا ہوگا اور اگر عراقی فنا

ہو گئے تو عراق کی سرحدوں کی نگرانی کون کرے گا۔

حضرت علیؓ کے آدمیوں نے نیزوں پر قرآن دیکھے، اللہ کی طرف بلانے والی پکار سنی، چنانچہ ان کے ہاتھ رک گئے۔ حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ سے تنگ آ گئے تھے، لہذا لڑنے پر کسی طرح تیار نہ ہوئے۔ آخر حضرت علیؓ بھی لڑائی بند کرنے پر مجبور ہو گئے۔ آپؓ نے قاصدوں کے ذریعے پوچھا کہ قرآن مجید اٹھانے کا کیا مقصد ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے جواب ملا کہ میری خواہش ہے ہم دونوں اپنی طرف سے ایک ایک آدمی مقرر کریں اور انہیں حکم دیں کہ ہمارے درمیان اختلافات کا فیصلہ اللہ کی کتاب کی روشنی میں کریں۔

حضرت علیؓ نے اس رائے کو منظور کر لیا۔

☆☆☆

یہ جنگ صفین تھی، اس میں بھی بے تحاشہ مسلمان ہلاک ہوئے، لیکن جنگ جمل کی طرح اس جنگ کے بارے میں بھی بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔

مختلف تاریخی کتابوں میں واقعات مختلف انداز سے آئے ہیں، لہذا یہ فیصلہ کرنا انتہائی مشکل ہے کہ کیا ہوا تھا اور کیا نہیں۔

حضرت علیؓ اپنی طرف سے ابو موسیٰؓ کو ثالث مقرر کرنے کے حق میں نہیں تھے، لیکن ان کے ساتھی اڑ گئے اور انہوں نے کہا کہ ثالث ابو موسیٰؓ ہی ہوں گے۔

دونوں امیروں نے یہ بات مان لی کہ ثالث جو فیصلہ بھی کریں گے، وہ اسے

ماننے کے پابند ہوں گے، لیکن یہاں حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں آپس میں اختلاف ہوگیا۔ ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی ثالث نہیں ہوسکتا، یعنی کون حق پر ہے اور کون ناحق پر، اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کرے گا۔ پھر انسانوں کو کیونکر ثالث چنا جاسکتا ہے یہ لوگ افراد میں کم تھے اس لیے حضرت علیؓ کو زیادہ تعداد کا ساتھ دینا پڑا، اس پر یہ گروہ ناراض ہوکر حضرت علیؓ کا ساتھ چھوڑ گیا اور لشکر سے نکل گیا۔

یہ لوگ خارجی کہلائے اور انہوں نے حضرت علیؓ کی دشمنی پر کمر باندھ لی۔

☆☆☆

اذرح کے مقام پر دونوں ثالث جمع ہوئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دومتہ الجندل کے مقام پر جمع ہوئے۔ ثالثوں کے ساتھ چار چار سو آدمی آئے تھے۔ دونوں ثالثوں کے درمیان گفتگو ہوئی۔ یہ گفتگو علیحدگی میں ہوتی رہی۔ آخر دونوں ثالث اس فیصلے پر پہنچے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کو معزول کر دیا جائے۔ جب دونوں سب لوگوں کے سامنے حاضر ہوئے تو عمرو بن العاص نے پہلے ابوموسیٰ اشعریؓ کو فیصلہ سنانے کے لیے کھڑا کر دیا چنانچہ انہوں نے اٹھ کر کہا۔

"ہم دونوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کر دیں اور خلافت کا مسئلہ مسلمانوں کے مشورے سے کریں۔"

ان کے بعد عمرو بن العاصؓ کھڑے ہوئے اور بولے۔

''ابو موسیٰؓ نے اپنے ساتھی کو معزول کیا اور میں بھی انہیں معزول کرتا ہوں اور اپنے ساتھی کو برقرار رکھتا ہوں۔'' یہ سن کر ابو موسیٰؓ اشعری غصے میں آ کر بولے۔

''خدا تیرا بھلا نہ کرے، تو نے بدعہدی کی اور جھوٹ کہا۔''

قوم ایک بار پھر الجھ گئی۔ اس طرح کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ سن کر اپنے لوگوں سے کہا۔

''میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا، اس چال میں نہ آؤ۔''

☆☆☆

حضرت علیؓ ایک بار پھر شامیوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے، لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ ان کی فوج ثالثوں کے مسئلے پر دو گروہوں میں بٹ گئی۔ ان میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ ثالث مقرر کرنا ہی نہیں چاہئیں تھے، کیونکہ اللہ کے سوا کوئی ثالث ہو ہی نہیں سکتا، چنانچہ اس موقعے پر وہ حضرت علیؓ کا ساتھ چھوڑ گئے اور لشکر سے نکل گئے۔ ان لوگوں کو خارجی کہا جاتا ہے۔ ان کے جانے کے بعد لشکر کی پوزیشن کمزور ہو گئی، اس لیے حضرت علیؓ نے ابن عباس کو مدد کے لیے لکھا۔ انہوں نے فوج بھیجی۔ جب خاطر خواہ فوج جمع ہو گئی تو حضرت علیؓ ایک بار پھر شام کے ارادے نکلے، لیکن ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ انہیں ایسی خبریں ملیں جن کی

وجہ سے سارا منصوبہ درہم برہم ہوگیا۔ ان خبروں کا تعلق خارجیوں سے تھا، خارجی جو ان کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ انہوں نے نہروان کا رخ کیا تھا اور وہاں جمع ہوگئے تھے۔ اب یہ لوگ فتنہ اور فساد پر آمادہ ہوگئے۔ لہذا حضرت علیؓ نے مناسب خیال کیا کہ پہلے ان سے نبٹ لیں۔

☆☆☆

ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے پہلے حضرت علیؓ نے انہیں ایک خط لکھا کہ دونوں ثالث کسی بات پر متفق نہ ہو سکے، لہذا اب علیحدگی کیسی، آ کر میرے ساتھ مل جاؤ تا کہ شامیوں کے ساتھ جنگ کی جاسکے، لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے لکھا کہ اب ہمارا آپؓ سے تعلق نہیں، اب آپؓ کے اور ہمارے درمیان تلوار ہے دراصل ان کا کہنا یہ تھا کہ انہوں نے خدا کے سوا دوسرے کو ثالث مان کر کفر کیا ہے، پہلے آپؓ اپنے آپ کو کافر کہیں، پھر توبہ کریں ،تب ہم آپؓ کے ساتھ ہوں گے اور شامیوں سے جنگ بھی کریں گے۔

حضرت علیؓ نے ان کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا تاہم انہیں اس وقت کچھ نہ کہا جب تک کہ انہوں نے کوئی شرارت نہ کی اور شام کی مہم کے سلسلے میں مصروف رہے، لیکن پھر انہیں یہ اطلاعات ملیں کہ ان لوگوں نے فتنہ و فساد برپا کرنا شروع کر دیا ہے اور عبداللہ بن خباب کو قتل کر دیا۔ حضرت خبابؓ کا شمار ممتاز صحابہ میں ہوتا ہے ان کے علاوہ چند عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کرنے کی

اطلاع ملی جو عبداللہ بن خباب کے ساتھ تھیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ لوگوں کو تنگ کرتے رہتے ہیں تو حضرت علیؓ نے اپنا ایک آدمی ان کے پاس بھیجا تا کہ ان سے باز پرس کی جائے اور جن لوگوں نے عبداللہ بن خباب، بچوں اور عورتوں کا خون بہایا ہے۔ انہیں اس کے حوالے کر دیں۔

☆☆☆

حضرت علیؓ کا قاصد جب خارجیوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے عبداللہ بن خباب اور دوسروں کے قاتلوں کو تو کیا اس کے حوالے کرنا تھا خود اسے بھی قتل کر دیا۔

قاصد کے قتل کی اطلاع حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کو ملی تو انہیں بہت غصہ آیا۔ رنج بھی ہوا حضرت علیؓ نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اپنے پیچھے خارجیوں کو فتنہ و فساد پھیلانے کے لیے آزاد چھوڑ جائیں اور خود شام کی طرف روانہ ہوں ان کے ساتھیوں نے بھی خارجیوں پر حملہ کرنے کی تجویز پیش کی تا کہ ان سے فراغت پالینے کے بعد اطمینان سے شام کا رخ کریں۔

چنانچہ حضرت علیؓ اپنے لشکر کو لے کر نہروان کی طرف روانہ ہوئے اور جب ان سے مقابلہ اور تو مطالبہ کیا کہ وہ عبداللہ بن خباب، ان کے ساتھیوں کے قاصد کے قاتلوں کو ان کے حوالے کر دیں اس پر سب ایک زبان ہو کر بولے۔

"ہم سب کے سب قاتل ہیں۔"

ان کے اس جواب پر بھی آپؓ نے ان کے خلاف جنگ شروع نہ کی اور انہیں خط وکتابت اور وعظ ونصیحت کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کرتے رہے ان کی اس تدبیر کا اچھا اثر ہوا اور بہت سے خارجی چوری چھپے سے نکل کر کوفے پہنچ گئے اور ان کی بہت سی تعداد فوج سے کنارہ کش ہوگئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سردار عبداللہ وہب راسبی کے ساتھ صرف تین ہزار اس سے کچھ زیادہ آدمی رہ گئے۔ جب یہ لوگ کسی طرح حضرت علیؓ کی بات ماننے پر تیار نہ ہوئے اور وہ ان سے مایوس ہوگئے تو فوج کو حکم دے دیا، لیکن یہ ہدایت بھی کی کہ جب تک وہ حملہ آور نہ ہوں تو حملہ نہ کرنا۔ خارجیوں نے بھی یہ دیکھ کر اپنی تیاری کر لی اور ایک دن دوپہر کے وقت جنگ کے میدان میں اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے پیاسے پانی پر ٹوٹتے ہیں۔ ان کے منادی کرنے والے نے بلند آواز میں کہا۔

"ہے کوئی جنت میں جانے والا!" سب نے چلا کر جواب دیا۔

"ہم سب جنت میں جانے والے ہیں۔"

اس کے بعد حضرت علیؓ کی فوج پر پوری شدت سے حملے کیا۔ حضرت علیؓ کے تیر اندازوں نے تیر مار مار کر ڈھیر لگا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد میدان صاف ہو چکا تھا۔ ہلاک ہونے والوں میں سردار عبداللہ بن وہب راسی بھی تھا۔

فتح کے باوجود حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ آپؓ کچھ پریشان

ہیں۔انہوں نے پوچھا۔

''یاامیرالمومنین! آپ کس لیے پریشان ہیں۔'' آپؓ نے فرمایا۔

''خارجیوں میں سے ایک ایسے آدمی کو تلاش کرو جس کا ہاتھ پیدائشی طور پر بے کار ہے اور جس کے بازو پر ایک گول سا ابھار ہے یہ ابھار کافی بڑا ہوگا اور اس پر سیاہ رنگ کے بال بھی ہوں گے۔''

لوگ مقتولین میں سے ایسے آدمی کو تلاش کرنے میں جت گئے۔ لاشیں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ یہ تلاش کرتے جاتے اور اپنی ناکامی کے بارے میں حضرت علیؓ کو آ آ کر بتاتے جاتے۔ کامیابی نہ ہوتے دیکھ کر آپؓ کی پریشانی میں اور اضافہ ہوتا جارہا تھا اور وہ فرماتے تھے۔

''خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ کہا ہے، نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا، دیکھو، اچھی طرح تلاش کرو، وہ آدمی لاشوں کے درمیان میں کہیں ہوگا۔''

یہ سن کر لوگ پھر تلاش کرنے لگ جاتے۔ اس دوران بہت دیر ہوگئی۔

آخر ایک آدمی نے کہا۔

''یاامیرالمومنین! وہ مل گیا ہے۔''

یہ سنتے ہی حضرت علیؓ سجدے میں گر گئے اور بولے۔

''خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ کہا تھا نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا تھا۔

اس شخص کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو

مخاطب کر کے کہا تھا۔

"اے محمدؐ! انصاف کرو، تم نے انصاف نہیں کیا۔"

یہ اس نے غزوہ حنین میں فتح کے بعد اس وقت کہا تھا جب آپؐ مسلمانوں میں مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے اور اس موقع پر آپؐ نے عربوں کی دلجوئی کے لیے انہیں کچھ زیادہ حصہ دیا تھا کیونکہ وہ اس کے حق دار بھی تھے۔ یہ دیکھ کر ہی اس نے کہا تھا۔ اے محمدؐ انصاف کرو، تم نے انصاف سے کام نہیں کیا۔ آپؐ نے اس کے جملے کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور مال تقسیم کرتے رہے۔ اس نے دوسری مرتبہ پھر یہی کہا تو بھی آپ نے توجہ نہیں دی، لیکن جب اس نے تیسری مرتبہ یہ جملہ دہرایا تو آپؐ کے چہرہ انور پر غصے کے آثار نمودار ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا۔

اس وقت کچھ لوگوں نے چاہا، اس کا کام تمام کر دیں، لیکن آپؐ نے انہیں روک دیا تھا اور اسے فرمایا تھا۔

"رہنے دو، اس شخص کی اصل سے ایک قوم نکلے گی جس سے دین اس طرح دور ہو جائے گا، جیسے کمان سے تیر دور ہو جاتا ہے، وہ قرآن کی تلاوت کریں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔"

☆☆☆

خارجیوں سے فرصت پا کر حضرت علیؓ نے خیال کیا کہ تمام معاملات ٹھیک

ہو گئے ہیں اور اب وہ فاتح فوج کو لے کر شامیوں پر حملے کر سکتے ہیں، لیکن یہاں ایک اور الجھن ان کے راستے میں آئی۔ خارجی جو مارے گئے، زیادہ تر کوفے سے تعلق رکھتے تھے، لہذا کوفے کے بہت سے گھروں میں ماتم بپا ہو گیا، حضرت علیؓ کی فوج میں بے شمار ایسے لوگ تھے جو ان خارجیوں کے قریبی رشتے دار تھے، اس طرح وہ بھی غمگین تھے، گویا وہ فتح پا کر خوش بھی تھے اور غمگین بھی۔ ان حالات میں وہ کسی طرح بھی شام پر حملے کے لیے تیار نہ تھے۔ دبی دبی زبان میں ان میں سے اکثر نے یہ تک کہہ دیا۔

"اب ہمارے ترکشوں کے سارے تیر ختم ہو چکے ہیں، تلواریں ٹوٹ چکی ہیں۔ نیزے نکمے ہو چکے ہیں، اب ہمیں اپنے شہر جانے دیں، تا کہ کچھ آرام کر لیں اور اپنے ہتھیار درست کریں۔ اس کے بعد آپؓ کے ساتھ مل کر شامیوں سے جنگ کریں گے۔"

☆☆☆
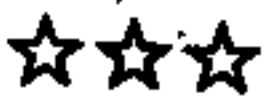
پھر حضرت علیؓ انہیں لے کر...... نخیلہ کے پڑاؤ پر...... آئے اور یہ حکم بھی دیا کہ پڑاؤ نہ چھوڑیں اور شہر میں داخل نہ ہوں تا کہ وہ حالات پر غور کریں، لیکن وہ چپ چھپا کر اکیلے اکیلے یا دو دو چار چار مل کر ایک ساتھ نکل بھاگے، یہاں تک پڑاؤ میں بہت تھوڑے آدمی رہ گئے جن سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ اب حضرت علیؓ خود کوفہ چلے آنے پر مجبور ہو گئے تا کہ نئے سرے سے

کریں۔

ادھر امیر معاویہؓ کو اطلاع مل چکی تھی کہ حضرت علیؓ شام پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں، چنانچہ وہ اپنے آدمیوں کو لے کر صفین تک آ چکے تھے، لیکن حضرت علیؓ نہ آئے اس کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ خارجیوں سے نبٹنے کے سلسلے میں نہروان چلے گئے ہیں اور یہ کہ ان کے ساتھی ابھی لڑائی کے لیے تیار نہیں ہیں تو وہ دمشق واپس آ گئے۔

☆☆☆

حضرت علیؓ نے اپنے ساتھیوں کو کچھ دن آرام کرنے دیا۔ پھر جب آپؓ کو اندازہ ہو گیا کہ آرام کا وقفہ پورا ہو گیا تو انہیں جنگ کے لیے تیاری کا حکم دیا۔ ساتھیوں نے ان کی بات سنی ضرور، لیکن اس پر عمل نہ کیا، جس سے آپؓ نے یہ سمجھا کہ ابھی وہ کچھ اور آرام کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد بھی وہ تیار نہ ہوئے تو ان سے مایوس ہو کر یہ خطبہ دیا۔

"اللہ کے بندو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تمہیں اللہ کے راستے میں جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو انکار کر دیتے ہو۔ کیا تم آخرت کی بجائے دنیاوی زندگی پسند کرنے لگے ہو۔ کیا عزت اور شرافت کی بجائے ذلت اور خواری کو اپنا مقدر بنا لیے ہو جب میں تمہیں جہاد کی دعوت دیتا ہوں تو تم ادھر ادھر دیکھنے لگتے ہو، تمہارے دل سخت ہو چکے ہیں، جب تمہیں بہادری کے لیے بلایا جاتا ہے تو بزدلی

دکھانے لگتے ہو، تم خواب غفلت میں ہو۔ میرے ذمے تمہارے کچھ حقوق ہیں،
جب تک تم میرے وفادار ہو، میری دعائیں اور نیک خواہشات تمہارے ساتھ
ہیں۔ غنیمت کے مال میں اضافہ بھی تمہارے لیے ہے، لیکن میرا بھی تم پر کچھ حق
ہے اور وہ یہ کہ وفاداری کے ساتھ بیعت پر قائم رہو۔ جب میں آواز دوں تو
جواب دو، جو حکم دوں، اس کی تعمیل کرو۔"

یہ تقریر بھی ان کے دلوں پر اثر نہ کرسکی۔ انہوں نے سنی اور اٹھ کر چلے
آئے۔ انہوں نے نہ لڑائی کی تیاری کی اور نہ لڑائی کے لیے نکلنے پر تیار ہوئے۔
گویا ان کا شام پر حملے کا کوئی ارادہ ہی نہیں تھا۔

☆☆☆

ان حالات کی بھی کچھ وجوہات تھیں۔ نہروان کی جنگ میں ان کے بے
شمار عزیز رشتے دار قتل ہو گئے تھے جس سے وہ بہت دل برداشتہ تھے۔ دوسرے یہ
کہ جب سے حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے تھے۔ انہیں متواتر لڑائیاں لڑنی پڑ رہی تھیں
اور یہ سب لڑائیاں انہیں اپنوں سے ہی لڑنا پڑیں، ہر بار ان کے اپنے ہی آدمی،
عزیز، رشتے دار، دوست مارے جاتے رہے، یہی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے
اب وہ اپنے آپ کو لڑائی کے لیے تیار نہیں پاتے تھے، دوسری طرف حضرت علیؓ
ان کے خلیفہ تھے، ان کا فرض تھا کہ ان کا حکم مانتے، ان کی مدد کرتے، کیونکہ وہ
بھی ناسازگار حالات میں الجھے ہوئے تھے، اس سے پہلے تک کے اسلامی دور میں

مسلمانوں کو صرف کفار سے لڑائیاں لڑنا پڑی تھیں، غیر مسلموں کے مقابلے میں ان کا جوش اور جذبہ کچھ اور ہوتا تھا۔

حضرت علیؓ کے ساتھیوں کے لیے ہچکچاہٹ کی ایک اور بھی وجہ تھی اور یہ کہ بہت سے صحابہ کرامؓ مسلمانوں کی خانہ جنگی سے بالکل علیحدہ ہو گئے تھے اور انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ ان صحابہؓ میں سے کئی نے اپنے تلواریں ہی توڑ دی تھیں۔ ایک وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؓ کے ساتھی عراق میں امن کی حالت میں راحت اور سکون محسوس کرتے تھے، انہیں مال غنیمت کا حصہ بیٹھے بٹھائے مل جاتا تھا۔ یہ زندگی انہیں پیاری تھی وہ خیال کرتے تھے کہ اس بے نتیجہ لڑائی سے تو امن کی زندگی بہتر ہے۔ اس لڑائی میں تو مال غنیمت بھی نہیں ملتا۔ نہروان سے بھاگتے ہوئے بہت سے خارجی اب کوفے میں ہی تھے انہوں نے بھی بہت بد دلی پھیلائی۔ ایک کام انہوں نے یہ شروع کیا کہ خلیفہ کے خلاف لوگوں کو ابھارنے لگے یہ کہنے لگے کہ کسی بات میں خلیفہ کا ساتھ نہ دیا جائے یہ لوگ آپؓ کے ساتھ نمازوں میں شریک ہوتے، آپؓ کے خطبات سنتے، باتیں سنتے، لیکن پھر عمل نہ کرتے، البتہ آپؓ کے خلاف سازش میں ضرور مصروف رہتے۔ آپؓ نے بھی ان کے ارادوں کو بھانپ لیا تھا اور انہیں یہ بھی نظر آ گیا تھا کہ یہی خارجی انکے قاتل ثابت ہوں گے، آپؓ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

"یہ داڑھی اور یہ پیشانی ضرور ان کے ہاتھوں رنگین ہو کر رہے گی۔"

☆☆☆

غالباً آپؓ کو رسول ﷺ نے اس بارے میں کچھ بتایا ہوگا کہ ان کی موت کس طرح آئے گی۔ ساتھیوں کی نافرمانیوں سے تنگ آ کر وہ خطبوں میں اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔

"بدبخت نے کیوں دیر لگا رکھی ہے۔"

☆☆☆

ایک روز خارجیوں میں سے ایک شخص خریث بن راشد سلمیؓ آیا اور اعلانیہ کہا۔

"خدا گواہ ہے کہ میں نے نہ آپؓ کی اطاعت کی اور نہ آپؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔" یہ سن کر آپ نے فرمایا۔

"خدا تیرا بیڑہ غرق کرے، تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی، اپنے عہد کو توڑا، اپنے آپؓ کو دھوکا دیتا رہا۔ آخر تو ایسا کیوں کرتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اس لیے کہ آپؓ نے قرآن کے ہوتے ہوئے ثالث مقرر کیا، لہذا میں آپؓ کو ملزم سمجھتا ہوں۔"

آپؓ نے اس کے یہ الفاظ سن کر بھی ناراضی کا اظہار نہیں کیا اور نہ اسے گرفتار کیا، بلکہ اسے مناظرے کی دعوت دی یعنی اس سے کہا کہ میرے ساتھ

بحث کرلو، معلوم ہو جائے گا کہ کون غلطی پر ہے۔ اس نے مناظرے کی دعوت منظور کرلی۔ وہ اپنی قوم کے لوگوں کے پاس آیا، جہاں اس کا بہت اثر اور رسوخ تھا، اس نے حضرت علیؓ سے ہونے والی بات چیت کے بارے میں انہیں بتایا، پھر رات کی تاریکی میں کوفے سے نکل گیا، راستے میں اسے دو آدمی ملے۔ اس نے ان دونوں سے ان کا مذہب پوچھا۔ ان میں سے ایک یہودی تھا، اسے ذمی سمجھ کر چھوڑ دیا۔ دوسرا عجمی مسلمان تھا، جب اس نے بتایا کہ مسلمان ہوں تو اس سے حضرت علیؓ کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے حضرت علیؓ کی تعریف کی تو اس کے ساتھی اس پر ٹوٹ پڑے اور قتل کر دیا۔ یہودی نے جو اس واقعے کو دیکھتا رہا تھا، دیہات کے ایک حاکم کو خبر دی۔ اس نے حضرت علیؓ کو لکھا، حضرت علیؓ نے ایک فوج بھیجی تاکہ انہیں تلاش کرے۔ فوج ان خارجیوں تک پہنچ گئی۔ فوج کے افسر اور خریت بن راشد سلمی کے درمیان بحث مباحثہ ہوا، لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر فوج کے افسر نے مقتول مسلمان کے قاتلوں کو حوالے کرنے کا مطالعہ کیا، خریت نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پہ دونوں فریقوں میں جنگ شروع ہوگئی۔ شام تک سخت مقابلہ رہا۔ شام ہوتے ہی دونوں فریق رک گئے اور خریت اپنے ساتھیوں کو لے کر بصرے کے حاکم عبداللہ ابن عباس کو لکھا کہ اس فوج کی امداد کریں چنانچہ انہوں نے مدد کی اور فریقین میں پھر جنگ ہوئی۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ خریت کے ساتھیوں میں شکست کے آثار نمودار ہونے لگے، لیکن وہ اس

مرتبہ بھی رات کی تاریکی میں اپنے ساتھیوں سمیت فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا
، اس طرح مختلف قسم کے لوگوں کی ٹولیاں اس کے گرد اکٹھی ہو گئیں اور وہ آگے
بڑھتا چلا گیا، جوں جوں وہ آگے بڑھتا گیا عجمی مسلمان اور دوسرے بہت سے
گروہ اس کے ساتھ ملتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اس فوج کی تعداد بہت بڑھ گئی
اور وہ بڑی اہم شخصیت بن گیا۔ عیسائیوں کی ایک جماعت بھی اس کے ساتھ
ہو گئی، ان میں کچھ ایسے تھے جو مسلمان ہونے کے بعد پھر عیسائی ہو گئے تھے۔
حضرت علیؓ کی فوج خریت اور اس کے ساتھیوں کے تعاقب تھی، چنانچہ ایک دن
انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا اور زبردست معرکہ ہوا جس میں خریث مارا گیا اور
اس کے ساتھیوں کو حضرت علیؓ کے افسران نے گرفتار کر لیا۔ ان میں سے جو
مسلمان تھے، انہیں چھوڑ دیا گیا اور جو مرتد ہو گئے تھے، ان سے توبہ کرنے کے
لیے کہا، جو مسلمان ہو گیا، اسے چھوڑ دیا، جو مسلمان نہیں ہوا، اسے قیدی بنالیا
گیا۔

افسر نے اس واقعے کی اطلاع حضرت علیؓ کو دی، پھر قیدیوں اور اپنے
ساتھیوں کو لے کر کوفے کی طرف روزانہ ہوا۔ قیدی تعداد میں پانچ ہو تھے یہ
لوگ راہ میں فارس کے ایک علاقے سے گزرے جس کا حاکم حضرت علیؓ کا مقرر
کردہ تھا۔ اس کا نام مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی تھا۔ قیدی چلا چلا کر اس سے
فریاد کرنے لگے کہ انہیں اس قید سے نجات دلائی جائے۔ ان کے فریاد کرنے کی

وجہ یہ تھی قیدی زیادہ تر اس کے قبیلے بکر ابن وائل میں تھے۔ مصقلہ نے حضرت علیؓ کے افسر سے ان قیدیوں کو خرید لیا اور آزاد کر دیا، لیکن جو قیمت دینی منظور کی تھی، اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے لگا۔

☆☆☆

مصقلہ نے جب قرض ادا نہ کیا تو حضرت علیؓ نے پہلے قرض کی ادائیگی پر اصرار کیا، اس کے بعد ایک آدمی کو یہ ہدایت دے کر بھیجا کہ اگر ٹال مٹول کرے تو مصقلہ کو عبداللہ ابن عباسؓ کے پاس پہنچا دینا۔

مصقلہ نے اس پر بھی قرض ادا نہ کیا، آخر اسے عبداللہ ابن عباس کے پاس پہنچا دیا گیا...... انہوں نے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا، لیکن وہ دھوکا دے کر بھاگ نکلا اور حضرت امیر معاویہؓ سے جاملا۔ ان کے پاس پہنچ کر اس نے چاہا کہ اپنے بھائی نعیم بن ہبیرہ کو بھی اپنے پاس بلا لے، چنانچہ اس نے ایک عیسائی جلوان کو اس مقصد کے لیے ایک خط دے کر بھیجا، لیکن حضرت علیؓ کو اس کی اطلاع ہو گئی انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ جلوان صرف مصقلہ کے بھائی کے نام ہی خط لے کر نہیں آیا، بلکہ جاسوسی کی غرض سے بھی آیا ہے۔ آپؓ نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کے ہاتھ کاٹ دیے گئے۔ اس کے بعد وہ مر گیا۔

مصقلہ کے بھائی نعیم ابن ہبیرہ نے اس واقعے سے متاثر ہو کر کچھ اشعار کہے جن میں اپنے بھائی کو دھوکہ باز اور مکار کہا اور حضرت علیؓ کی تعریف کی۔

اس قسم کے حالات تھے جن میں حضرت علیؓ گھر گئے تھے، یعنی ان کے اکثر حاکم بھی مطلب پرست بن کر رہ گئے تھے۔ مصقلہ کے بارے میں آپؓ نے یہ الفاظ ادا فرمائے۔ ''کام تو اس نے سرداروں جیسا کیا تھا اور بھاگا غلام کی طرح۔ خدا اسے ہلاک کرے۔''

پھر آپؓ کے حکم سے اس کا گھر گرا دیا گیا۔

☆☆☆

حضرت علیؓ نے مصر کا گورنر قیس بن عبادہ انصاری کو مقرر فرمایا تھا۔ وہ بہت تجربہ کار اور حوصلے والے تھے جب حضرت علیؓ نہروان کی جنگ کے بعد کوفے میں الجھ کر رہ گئے تو حضرت امیر معاویہؓ اور عمرو بن عاص نے قیس بن عبادہ کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی، لیکن انہوں نے ایک گول مول سا خط لکھ دیا۔ اس پر حضرت امیر معاویہؓ نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ صاف صاف معلوم کرنا چاہتے ہیں، جواب میں قیس بن عبادہ نے صاف کہہ دیا کہ وہ حضرت علیؓ کی طرف سے حاکم مقرر کیے گئے ہیں اور انہی کے ساتھ ہیں۔

اس دوران قیس کے بارے میں لوگوں کو کچھ بدگمانی ہوگئی اور انہوں نے ان کی معزولی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ حضرت علیؓ قیس کو اچھی طرح جانتے تھے، لیکن لوگوں کے اصرار سے تنگ آ کر انہیں معزول کر دیا اور محمد بن ابوبکرؓ کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا۔ محمد بن ابوبکرؓ ابھی نوجوان تھے۔ اور اتنے تجربہ کار نہیں تھے اور

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے سلسلے میں ان کا نام بھی لیا جاتا تھا۔ قیس بن عبادہ کی برطرفی سے مصر کی حالت بگڑ گئی اور وہاں حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلے کا مطالبہ ہونے لگا۔ یہ حالات دیکھ کر حضرت علیؓ نے اشتر نخعی کو ان کی جگہ حاکم بنا کر بھیجا، لیکن ان کا راستے میں ہی انتقال ہو گیا۔ اس دوران عمرو بن عاص ایک لشکر لے کر مصر پر حملہ آور ہوئے۔ اس جنگ میں محمد بن ابوبکرؓ قتل کر دیے گئے۔

☆☆☆

اس روز سے اسلامی حکومت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی، ایک مغربی حصہ جس کے حکمران امیر معاویہؓ تھے۔ جس میں شام، مصر اور افریقہ کے علاقے شامل تھے۔ دوسرا حصہ مشرق حصہ تھا جس پر حضرت علیؓ قابض تھے۔ اس حصے میں عراق اور فارس کے فتح کیے ہوئے علاقے تھے اور جزیرہ العرب کا حصہ بھی شامل تھا۔ ان حالات میں حضرت علیؓ کو ایک اور الجھن پیش آئی۔

بصرہ کا حاکم آپؓ نے اپنے چچا زاد بھائی عبداللہؓ بن عباس کو بنایا تھا۔ آپؓ کی نگاہ میں یہ سب سے زیادہ پسندیدہ تھے آپؓ کے حالات اور معاملات سے سب سے زیادہ واقف بھی تھے۔ آپؓ کو مدد دینے اور مشورہ دینے میں سب سے آگے تھے۔ مصیبت کے دور میں اگر آپ کے اپنے ساتھیوں میں سے کسی پر اعتماد تھا تو عبداللہ بن عباسؓ اور دونوں بیٹوں پر۔

صفین کی جنگ کے بعد عبداللہ بن عباسؓ نے صاف محسوس کر لیا کہ دنیا

بھائی سے منہ سے موڑ چکی ہے، زمانہ ان کے خلاف ہو چکا ہے اور معاملات حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں ٹھیک ہوتے جا رہے ہیں۔ دوسرے انہوں نے یہ بھی محسوس کیا کہ بھائی ان حالات میں بھی سیدھے راستے پر چلے جا رہے ہیں، نہ خود ٹیڑھا پن اختیار کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے نہروان کی جنگ کا نتیجہ بھی دیکھ لیا، فتح کے باوجود حالات حضرت علیؓ کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ گویا بھائی کا ستارہ گردش میں ہے اور امیر معاویہؓ کی قسمت جاگ رہی ہے تو بھائی سے زیادہ اپنے بارے میں سوچنے لگے اور اسی سوچ کے دوران انہوں نے بیت المال کے افسر نے ان پر اعتراض کیا تو انہوں نے نہایت سختی سے انہیں ڈانٹ دیا۔

☆☆☆

بیعت المال کے افسر ابو اسود نے اس کی اطلاع ایک خط کے ذریعے حضرت علیؓ کو دی۔ انہوں نے خط میں لکھا۔

''ہم نے آپؓ کی آزمائش کی اور آپؓ کو زبردست امین اور رعایا کا خیر خواہ پایا۔ رعایا کو آپؓ بہت کچھ دیتے ہیں اور خود دنیا سے ہاتھ روکتے ہیں، چنانچہ نہ آپؓ رعایا کا مال کھاتے ہیں نہ ان کے معاملات میں کوئی رشوت قبول کرتے ہیں، لیکن آپؓ کے بھائی اور گورنر آپؓ کو خبر کیے بغیر وہ رقم کھا گئے جو ان کے ہاتھ میں تھی اور میں یہ بات آپؓ سے چھپا نہیں سکتا، خدا کا فضل آپؓ

کے شامل حال رہے، ادھر توجہ فرمایئے اور مجھے اپنی رائے لکھیے!''

یہ خط حضرت علیؓ کو ملا تو وہ بہت پریشان ہوئے یہ ان کے لیے ایک اور مصیبت تھی کہ جس آدمی پر انہیں اتنا بھروسہ تھا، اس نے بھی امانت میں خیانت کی تھی۔ آپؓ نے مصیبت پر صبر کیا اور ابواسود کو لکھا۔

''میں تمہارے خط کا مطلب سمجھ گیا ہوں۔ تم جیسا آدمی امت اور امام دونوں کے لیے بھلائی چاہنے والوں میں سے ہے۔ تم نے حق کی حمایت کی، میں نے تمہارے گورنر کو خط لکھا ہے، لیکن اس میں تمہارے خط کا کوئی ذکر نہیں کیا، اگر تمہارے سامنے کوئی ایسی بات ہو جس پر غور کرنے میں قوم کی بھلائی ہو تو مجھے ضرور خبر کرنا، تمہیں یہی کرنا چاہیے اور یہی تمہارا فرض ہے۔''

اس کے ساتھ ہی آپؓ نے عبداللہؓ ابن عباس کو لکھا۔

''تمہارے بارے میں ایک بات کا پتا چلا ہے، اگر وہ سچ ہے تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا، اپنی امانت برباد کی، اپنے امام کی نافرمانی کی، لہذا تم میرے سامنے حساب پیش کرو اور جان لو کہ اللہ کا حساب لوگوں کے حساب سے زیادہ سخت ہے۔''

عبداللہ ابن عباسؓ نے جواب میں صرف اتنا لکھا۔

''آپؓ کو جو اطلاع ملی ہے، وہ غلط ہے، میرے قبضے میں جو رقم ہے میں اوروں سے زیادہ اس کی حفاظت کرنے والا ہوں۔ خدا آپؓ پر مہربان ہو، آپؓ

بدگمانوں کی باتوں میں نہ آئیں۔"

ایک بار پھر سختی سے حساب پیش کرنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے خط میں لکھا۔

"میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا جب تک تم یہ نہ بتا دو کہ تم نے جزیے کی کتنی رقم لی، کہاں سے لی اور اسے کس سلسلے میں خرچ کیا۔ اگر تمہیں امانت سونپی گئی ہے تو اللہ سے ڈرو، میں نے تم سے اس کی حفاظت چاہی تھی، یہ دولت جس کا بڑا حصہ تم نے سمیٹ لیا، حقیر ہے لیکن اس کی ذمہ داری بڑی سخت ہے۔

عبد اللہ ابن عباسؓ یہ خط پڑھ کر آپ سے باہر ہو گئے۔ نہ خود خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، نہ حساب کتاب پیش کیا، انہوں نے کیا تو صرف یہ کہ خود بخود اپنے عہدے سے الگ ہو گئے اور سیدھے مکے چلے گئے اور حرم پاک میں رہنے لگے تاکہ حضرت علیؓ انہیں کوئی سزا نہ دے سکیں، لیکن انہوں نے جو سب سے بڑی غلطی کی، وہ یہ تھی کہ مال غنیمت میں سے زیادہ سے زیادہ مال جس قدر وہ لے جا سکے، ساتھ لے گئے، مورخوں کا خیال ہے، وہ تقریباً ساٹھ ہزار درہم ساتھ لے گئے تھے، حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ اس مال میں ان کا جتنا حق ہے، اتنا ہی بصرے والوں کا ہے۔ حضرت علیؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے عبد اللہ ابن عباسؓ کو لکھا۔

''میں نے تمہیں اپنی امانت میں شریک بنایا تھا۔ میرے گھر والوں میں تم سے زیادہ بھروسے کے قابل کوئی آدمی نہیں تھا...... جو مجھ سے ہمدردی کرتا، میری تائید کرتا اور امانت مجھے واپس کرتا، لیکن جب تم نے دیکھا کہ بھائی کے اب وہ دن نہیں رہے، دشمن اس پر حملہ آور رہے۔ لوگوں نے اس سے آنکھیں پھیر لی ہیں، لہٰذا تم نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ نہ ہمدردی کی، نہ امانت واپس کی، گویا تم سب کچھ دنیا حاصل کرنے کے لیے کرتے رہے ہو۔ کیا قیامت پر تمہارا ایمان نہیں، کیا بعد میں بری طرح حساب نہیں ہوگا۔ اللہ سے ڈرو، قوم کا مال واپس کرو، اگر تم نے ایسا نہ کیا اور خدا کی قسم مجھے موقع مل گیا تو تمہارے ساتھ ضرور پورا انصاف کروں گا اور حق حقداروں کو پہنچاؤں گا۔ ظالم کو ماروں گا اور مظلوم کا انصاف کروں گا۔''

ان کے اس خط کا جواب بھی عبداللہ بن عباس نے تسلی بخش نہیں دیا۔

☆☆☆

عبداللہ ابن عباس کے ساتھ چھوڑ دینے سے حضرت علیؓ کی پوزیشن اور کمزور ہوگئی۔ ان کے بصرے سے نکل جانے کے بعد وہاں کے حالات بہت خراب ہوگئے۔ ان حالات میں بھی کوفے والے حرکت میں نہ آئے تو ایک دن حضرت علیؓ نے غصے میں آ کر ان سے فرمایا۔

''جہاد جنت کے دروازوں میں ایک دروازہ ہے، جس نے بے زار ہو کر

اسے چھوڑ دیا، اللہ اسے ذلت اور خواری میں مبتلا کرے گا اور عذاب دے گا۔ میں نے تمہیں دن رات لڑنے کی دعوت دی۔ خفیہ طور پر بھی کہا اور اعلانیہ بھی، لیکن تم نے کوئی پرواہ نہ کی، خدا کی قسم جس قوم کے گھر پر دشمن چڑھ آئیں، وہ ذلیل ہوگی، تم سب نے ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دیا، تم حق پر ہو کر بھی دشمن سے لڑنے کے لیے تیار نہیں، جب کہ وہ لوگ تم سے ہر وقت لڑنے کے لیے تیار رہتے ہیں، میں نے موسم سرما میں شام پر حملہ کرنے کے لیے کہا تو تم نے جواب دیا کہ یہ سردیوں کے دن ہیں، جب میں نے گرمیوں میں کہا کہ ان سے لڑو تو تم نے جواب دیا کہ ابھی شدت کی گرمی ہے، تم تو گرمی اور سردی سے بھاگتے ہو، تلواروں کے سامنے تم کیا ٹھہرو گے۔ تم نے اپنی نافرمانی سے میری تدبیریں غلط کر دیں۔"

یہ اور اس قسم کی تقریریں کچھ لوگوں کے دلوں میں جذبات ضرور پیدا کرتی تھیں لیکن ایسے لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ جب کہ حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھی ان کا ہر حکم دل و جان سے بجالاتے تھے اور وہ ادھر ادھر پھیلتے جارہے تھے، خارجیوں کو اگرچہ شکست ہوگئی تھی، لیکن وہ سب کے سب ختم نہیں ہوئے تھے، ان میں سے بہت سے زندہ تھے اور کوفے کے اندر سازشیں کرتے رہتے تھے۔

بچے ہوئے خارجیوں کے دلوں میں حضرت علیؓ کے خلاف ایک آگ سی

بھڑک اٹھی تھی۔ یہ لوگ ٹولیاں بنابنا کر اورامن وامان تباہ کرتے پھرتے، لوٹ مار کا بازار گرم کر دیتے جب حضرت علیؓ اپنے کچھ وفادار ساتھیوں کو ان کے مقابلے میں بھیجتے تو وہ مقابلہ کرتے ہوئے منتشر ہو جاتے، حضرت علیؓ کا لشکر جیسے ہی واپس ہوتا، ان کی ایک اور ٹولی کسی اور سمت میں یہی کچھ کرنے لگی۔ ان حالات نے حضرت علیؓ کی مشکلات میں اور اضافہ کر دیا

☆☆☆

ان حالات میں حضرت علیؓ نے شام پر حملے کا ارادہ برقرار رکھا۔ اس بار انہوں نے یہ کہا کہ اپنی فوج کے بڑے افسروں اور سرداروں کو جمع کیا۔ یہ لوگ عقل اور غور وفکر کے مالک تھے۔ آپؓ نے ان کے سامنے صاف صاف باتیں کیں۔ ان کی تقریر کے الفاظ یہ تھے۔

''لوگو! اس بیعت کی دعوت خود تم نے مجھے دی اور میں تمہاری بات ٹال نہیں سکا، حالانکہ میں نے خلافت طلب نہیں کی تھی۔ اس کے بعد حملہ آور مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ کچھ لوگوں نے اطاعت قبول نہیں کی، میں تمہیں ساتھ لے کر ان کے مقابلے کے لیے نکلا۔ انہیں شکست دی۔ اب ایک جماعت باقی رہ گئی ہے۔ اس جماعت کا سردار جب اس سے کہتا ہے کہ آگے بڑھو تو وہ آگے بڑھتے ہیں۔ ایک تم ہو، میں تمہیں کہتا ہوں، جہاد کے لیے اٹھو، لیکن تم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

میں تمہاری باتوں سے اکتا چکا ہوں، مجھے بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو، اگر تمہیں میرے ساتھ دشمن کے مقابلے کے لیے چلنا ہے تو میں بھی یہی چاہتا ہوں اور اگر ایسا نہیں کرنا چاہتے تو بھی بتا دوں تا کہ میں فیصلہ کروں، خدا کی قسم! اگر تم سب اس وقت میرے ساتھ اپنے دشمن سے جنگ کرنے کے لیے نہ نکلے تو میں تمہارے حق میں بددعا کروں گا اور اس کے بعد دشمن کی طرف چل پڑوں گا چاہے میرے ساتھ دس آدمی ہی ہوں، آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تمہارا علاج کیا ہے۔"

سرداروں اور افسروں کو حضرت علیؓ سے بڑی شرم محسوس ہوئی، وہ ڈرے کہ کہیں اپنے ارادے پر عمل کر نہ بیٹھیں۔ اور اکیلے یا تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ شامیوں سے جنگ کرنے نہ نکل پڑیں اور اس طرح ان کے دامن پر بے غیرتی اور بے شرمی کے داغ نہ لگ جائیں، چنانچہ انہوں نے حضرت علیؓ کا پورا پورا ساتھ دینے کا وعدہ کیا، پھر ہر سردار نے اپنی قوم کو جمع کیا، انہیں تقریریں کر کے اور نصیحتیں کر کے جنگ پر آمادہ کیا۔ اس طرح حضرت علیؓ کے لیے ایک معقول فوج تیار ہو گئی، جس نے مر مٹنے کا عہد کیا۔ حضرت علیؓ نے معقل بن قیس کو دیہاتوں میں بھرتی کے لیے بھیجا تا کہ کوفے کی فوج میں اور اضافہ ہو جائے، آپؓ نے عراق سے آگے مشرقی علاقے کے گورنروں کو بھی لکھا کہ اس لڑائی کے لیے ساتھ دیں۔ پھر زیادہ بن خصفہ کو کچھ آدمی دے کر ہراول دستے کے طور پر

روانہ کیا۔

حضرت علیؓ ان تیاریوں میں مصروف تھے، ان کی منزل ان کے سامنے تھی لیکن قدرت کے ایک اشارے نے ان کی اور اہل عراق کی تدبیروں کو ملیامیٹ کر دیا۔

☆☆☆

جن دنوں حضرت علیؓ شام پر حملے کی تیاریوں میں مصروف تھے، انہی دنوں کچھ خارجی حج کے لیے نکلے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے حامی ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے تیار نہیں، چنانچہ لوگوں کو امامت کے لیے ایک امیر کو منتخب کرنا پڑا جو کسی جماعت کا نہ تھا۔

یہ ان خارجیوں کو بہت برا لگا، ساتھ ہی انہیں نہروان کی جنگ اور دوسرے معرکے یاد آ گئے اور وہ باہم مشورہ کرنے لگے کہ کیوں نہ امت کو مختلف گروہوں میں بٹنے سے نجات دلائی جائے اور کیوں نہ ان تین آدمیوں کو قتل کر دیا جائے جو اس جھگڑے کی جڑ ہیں، ان کے خیال میں جھگڑے کی جڑ یہ تین آدمی تھے حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ، عمرو بن العاصؓ حضرت امیر معاویہؓ کے کاموں میں بہت دخیل تھے۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے حضرت علیؓ کو قتل کر دینے کے لیے اپنے نام پیش کیا۔ یہ عبدالرحمٰن ابن ملجم تھا۔ یہ قبیلہ مراد کا ساتھی تھا۔ دوسرے نے حضرت

معاویہؓ کے لیے اپنا نام دیا، یہ حجاج ابن عبداللہ صریحی تھا۔ اس کا تعلق بنی تمیم سے تھا۔ تیسرے نے عمروؓ بن عاص کے لئے اپنا نام تجویز کیا، اس کا نام نے عمرو بن بکر یا ابن بکیر تھا۔ یہ بھی نسلاً تمیمی تھا۔ تینوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ ایک مقررہ دن اپنا کام پورا کر دیں گے۔ ان لوگوں نے قتل کا وقت اور تاریخ بھی مقرر کر دی۔ یعنی 27 رمضان کی صبح کو نماز کے لیے نکلنے کے موقع پر۔ یہ لوگ اس کے بعد چند ماہ مکے میں مقیم رہے اور پھر ماہ رجب میں عمرہ کرنے کے بعد الگ الگ نکلے، تاکہ جو ارادہ کر چکے ہیں، اسے پورا کریں۔

☆☆☆

حضرت امیر معاویہؓ کا حملہ آور مقررہ تاریخ اور ٹھیک وقت پر پہنچا، لیکن کامیاب نہ ہو سکا، کیونکہ اس روز حضرت امیر معاویہؓ نے زرہ پہن رکھی تھی۔ وار بھرپور نہ پڑ سکا اور حملہ آور کو قتل کر دیا گیا۔

☆☆☆

عمرو بن عاصؓ کا قاتل بھی ٹھیک وقت پر پہنچا، لیکن وہ بھی ناکام رہا۔ اس لیے کہ اس دن بیماری کی وجہ سے عمرو بن عاصؓ نماز کے لیے نہیں آ سکتے تھے اور اپنے محافظ خارجہ ابن حذافہ کو اپنا نائب مقرر کر دیا تھا، چنانچہ حملہ آور کا وار اس پڑا اور وہ مر گیا۔ بعد میں عمرو بن عاص نے حملہ آور کا کام تمام کر دیا۔

☆☆☆

اب رہا ملجم۔ اس نے کوفے میں قیام کیا اور مقررہ وقت کا انتظام کرنے

گیا۔ وقت قریب آیا تو رات کے آخری حصے میں موقعے پر پہنچ گیا اور حضرت علیؓ

کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔ آپؓ نکلے اور لوگوں کو نماز کے لیے آواز دینے لگے۔

اتنے میں ابن ملجم نے اپنی تلوار سے آپ پر وار کر دیا۔ تلوار پیشانی پر پڑی اور

دماغ تک پہنچ گئی۔ وار پڑتے ہی حضرت علیؓ گر گئے اور فرمایا۔

"حملہ آور بھاگنے نہ پائے۔"

عبدالرحمٰن ابن ملجم کو پکڑ لیا گیا۔

☆☆☆

حضرت علیؓ کو لوگ گھر کے اندر لائے۔ کہا جاتا ہے جب ابن ملجم نے آپؓ

پر وار کیا اس وقت آپ یہ کہہ رہے تھے۔

"نماز ..... اے لوگو نماز"!

آپؓ کو گھر میں لا کر لٹا دیا گیا تو انہوں نے اپنے فرزندوں اور دوسرے

لوگوں سے فرمایا۔

"خبردار میرے قاتل کو اچھا کھانا کھلانا اور عزت کے ساتھ رکھنا، اگر میں

اچھا ہو گیا تو اس کے معاملے میں خود غور کروں گا، معاف کر دوں گا یا بدلہ لوں گا

اور اگر میں نہ بچ سکا تو اسے بھی مار ڈالنا اور کچھ زیادہ نہ کرنا، اللہ زیادتی کرنے

والوں کو پسند نہیں کرتا، قاتل کے ناک، کان نہ کاٹنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم کاٹنے والے کتے کے ساتھ بھی ایسا سلوک نہ کرو۔

آپ ابن ملجم کے وار کے بعد دو دن اور ایک رات زندہ رہے، اس کے بعد دوسری رات میں انتقال کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆☆☆

آپؓ کا دور خلافت اگرچہ پورا کا پورا خانہ جنگی میں گزرا، تاہم آپؓ نے دینی امور اور لوگوں کی بھلائی کے کاموں کی طرف بھی توجہ دی۔ آپؓ کبھی منبر پر بیٹھ کر اور کبھی کھڑے ہو کر وعظ کرتے، ان کی خیریت اور ان کے کاروبار کے بارے میں پوچھتے، کوئی شخص اپنے دین یا دنیا کے بارے میں کوئی ضروری بات پوچھتا، اسے بتاتے، آپ بازاروں میں گشت بھی لگاتے اور لوگوں کو اللہ سے ڈراتے، انہیں قیامت کی یاد دلاتے اور حساب کتاب درست رکھنے کی ہدایت فرماتے، خرید و فروخت کے موقعوں پر ان کی نگرانی کرتے، بازاروں میں چلتے ہوئے بلند آواز میں کہتے، لوگو! خدا سے ڈرو، ناپ تول پورا کرو، اگر لین دین گفتگو میں کسی کو بیہودہ پاتے تو ڈانٹ ڈپٹ کر اور درے سے ٹھیک کرتے۔

آپؓ کو بازار سے کوئی چیز خریدنا ہوتی تو کسی ایسے دکاندار سے خریدتے آپ کو پہچانتا نہ ہو۔ آپؓ کو یہ پسند نہیں تھا کہ کوئی سودے میں انہیں امیر المومنین

ہونے کی وجہ سے رعایت کرے۔

جب تک لوگوں کی دینی خدمت پوری نہ کر لیتے، مطمئن نہ ہوتے، چنانچہ لوگوں کو نماز پڑھاتے، اور اپنے قول اور عمل سے انہیں تعلیم دیتے، فقیروں اور مسکینوں کو رات کا کھانا کھلاتے۔ ضرورت مندوں اور مستحقوں کو تلاش کر کے ان کی مدد کرتے، جب رات ہو جاتی تو ان سے الگ ہو جائے، تنہائی میں عبادت کرتے، تہجد کی نماز ادا کرتے اور رات زیادہ ہونے پر آرام فرماتے، پھر صبح اندھیرے ہی مسجد میں چلے جاتے اور بلند آواز میں فرماتے رہتے۔ ''نماز لوگو نماز''!

یعنی لوگوں کو نماز کے لیے جگاتے۔ اس طرح دن رات میں کسی بھی وقت آپؓ اللہ کی یاد میں غافل نہ رہتے، تنہائی میں بھی اسے یاد کرتے اور اس وقت بھی جب لوگوں کے درمیان ہوتے اور لوگوں سے کہتے۔

''لوگو! مجھ سے دینی مسائل پوچھتے رہا کرو۔''

صوبوں اور دیہاتوں سے جتنا مال بھی آپؓ تک پہنچتا اسے اسی وقت تقسیم کر دیتے، چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ لوگوں میں مال برابر برابر تقسیم کرتے۔ ایک مرتبہ دو عورتیں آپؓ کے پاس آئیں اور اپنی ضرورت بیان کی۔ آپؓ نے انہیں مستحق جان کر حکم دیا کہ انہیں کپڑا اور کھانا اور کچھ مال دے دیا جائے، لیکن دونوں عورتوں میں سے ایک نے کہا کہ اسے کچھ مال زیادہ دیا جائے، کیوں کہ وہ

عرب ہے اور اس کی ساتھی عربی نہیں ہے۔ آپؐ نے تھوڑی سی مٹی ہاتھ میں لی اور اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اطاعت اور پرہیز گاری کے علاوہ اللہ تعالیٰ کسی کو کسی دوسرے سے بہتر خیال نہیں فرماتا۔'' یعنی عرب اور غیر عرب ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، اللہ کے ہاں تو اعمال دیکھے جاتے ہیں۔

☆☆☆

حضرت علیؓ اپنے حاکموں پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ حساب کتاب میں ان سے بڑی سختی کا معاملہ فرماتے۔ لوگوں کے حقوق کی جو ذمے داری ان پر تھی اسے پورا کرنے میں نہایت شدت سے پیش آتے۔ ان کی عام اور خاص زندگی پر...... پوری توجہ دیتے، چنانچہ گورنر مقرر کرتے وقت ہر گورنر کو ایک تحریری اقرار نامہ دیتے جو وہ لوگوں کو پڑھ کر سنایا، سننے کے بعد جب لوگ اسے برقرار رکھتے تو وہ اس گورنر اور لوگوں کے درمیان ایک معاہدے کی صورت اختیار کر لیتا، یعنی گورنر اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور نہ لوگوں کو اس کی خلاف ورزی کرنے دے گا حاکم خلاف ورزی کرے تو اسے سزا دی جائے، لوگ غلطی کریں تو حاکم انہیں سزا دے۔

حاکموں کی جانچ پڑتال کرنے کے لیے آپؓ نے کچھ انسپکٹر بھی مقرر کر رکھے تھے۔ یہ انسپکٹر آپ کو معاملات کی رپورٹ دیتے رہتے۔ ان میں سے بعض

انسپکٹر اپنا کام خفیہ طور پر کرتے، اس کے علاوہ ہر آدمی حاکم سے جواب طلب کر سکتا تھا۔

ایک مرتبہ کسی صوبے کے حاکم آپ کے پاس آئے اور بتایا کہ ان کے شہر میں ایک نہر تھی جو اب شکستہ ہو چکی ہے، اگر اسے کھود کر دوبارہ شروع کر دیا جائے تو انہیں اور دوسرے مسلمانوں کو بہت فائدہ ہوگا، انہوں نے یہ بھی درخواست کی کہ حضرت علیؓ اپنے حاکم کو یہ بھی لکھ دیں کہ نہر کھودنے کے سلسلے میں ان سے مدد لی جائے، آپؓ نے یہ تو منظور کر لیا کہ نہر کھودی جائے، لیکن ان سے بیگار لینا پسند نہ کیا، یعنی نہر ان سے کھدوانا پسند نہ کیا۔

☆☆☆

ایک صوبے کے لوگوں نے شکایت کی کہ ان کا حاکم ان کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہے اور حقارت آمیز سلوک کرتا ہے، آپؓ نے ان کی شکایت پر غور کیا اور معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ لوگوں کی شکایت درست ہے، چنانچہ عامل عمر بن سلمہ کو لکھا۔

"تمہارے شہر کے لوگوں نے شکایت کی ہے کہ تم ان کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہو، اور حقارت کا برتاؤ کرتے ہو، یہ لوگ اگرچہ مسلمان نہیں ہیں لیکن میں صرف اس وجہ سے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں، انہیں حقیر خیال نہیں کرتا، معاہدے کی رو سے انہیں نہ نکالا جا سکتا ہے اور نہ ستایا جا سکتا ہے لہذا ان کے

ساتھ نرمی سے پیش آؤ، بے شک کچھ سختی بھی ہو، لیکن ایسی کہ بات ظلم کی حد تک پہنچے۔ ان سے جو بات طے ہوئی ہے اس کی خلاف ورزی نہ کرو، البتہ ان سے خراج لو اور ان کی حفاظت کے سلسلے میں حفاظت کرو، ان سے اتنا نہ لو جو ان کی طاقت سے باہر ہو۔ یہ میری تمہیں ہدایت ہے اور اللہ سے ہی مدد مانگی جا سکتی ہے۔"

حضرت علیؓ کے حاکم آپؓ سے ڈرتے تھے اور بعض اوقات سزا کے خوف سے چھوٹی موٹی باتیں چھپا لیتے تھے، لیکن جب آپؓ کو پتا چل جاتا تو آپ فوراً اِن سے باز پرس کرتے۔

عبداللہ ابن عباسؓ جب سزا کے خوف سے اپنا عہدہ چھوڑ کر مکے چلے گئے اور اپنی ذمے داری زیاد کو سونپ گئے تو حضرت علیؓ نے بعد میں اس کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ بیت المال میں جو کچھ ہے، اٹھا کر ان کے پاس لے آئے تا کہ حساب کتاب کیا جا سکے۔ زیاد نے قاصد سے باتوں باتوں میں کہہ دیا کہ خراج دینے والوں نے اس بار کچھ رقم کاٹ کر خراج ادا کیا ہے، میں ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کر رہا ہوں تا کہ بقیہ رقم بھی حاصل ہو سکے، تم اس بات کا ذکر امیر المومنین سے نہ کرنا، وہ یہ نہ خیال کر لیں کہ میں خیانت کر رہا ہوں۔

قاصد اپنے آقا کا وفادار تھا، چنانچہ واپس آ کر حضرت علیؓ کو یہ بات بتا دی۔ حضرت علیؓ نے زیادہ کو لکھا۔

میرے قاصد نے مجھے وہ سب کچھ بتا دیا ہے جو تم نے خراجیوں کے بارے میں کہا ہے۔ میں جانتا ہوں تم نے یہ اس لیے کہا تھا تاکہ قاصد مجھے بتا دے اور میں یہ خیال کروں کہ سچ مچ خراجیوں نے کم ادائیگی کی ہے، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم نے مسلمانوں کے مال میں خیانت کی ہے تو میں تم پر وہ سختی کروں گا کہ زمین پر تمہارا چلنا دشوار ہو جائے گا۔"

☆☆☆

منذر ابن جارود اصطخر کا حاکم تھا۔ اس کے بارے میں آپ کو یہ رپورٹ ملی کہ وہ خیانت سے کام لے رہا ہے، آپؓ نے اسے لکھا۔

"تمہارے باپ کی پرہیزگاری سے مجھے تمہارے بارے میں دھوکا ہوا، میں نے یہ خیال کیا کہ تم بھی انہیں کے اخلاق اور اعمال کے مالک ہو گے، لیکن مجھے خبر ملی ہے کہ تم اپنی خواہشات پوری کرنے سے باز نہیں آئے۔ خواہ اس میں تمہارے دین کا دامن ہی کیوں نہ داغ دار ہو جائے اور کتنے ہی اخلاق سے تمہیں نصیحت کرے، تم نہیں سنتے، مجھے معلوم ہوا کہ تم اپنا کام چھوڑ کر سیر و شکار کے لیے نکل جاتے ہو اور تم نے اپنی قوم کے دیہاتیوں کے لیے اللہ کے مال میں سے بہت کچھ لینا شروع کر دیا ہے جیسے یہ تمہارے باپ کی چھوڑی ہوئی جائیداد ہو [illegible] ہے تو تم سے تمہارے گھر کی رسی اور جوتی کا تسمہ اچھا ہے۔ [illegible] ہوتا مسلمانوں کے مال میں خیانت اللہ کے غضب اور

غضب کو دعوت دینا ہے۔ ایسا شخص سرحد کی حفاظت کے قابل نہیں ہو سکتا اور نہ وہ اس قابل ہے کہ اس کے ذریعے لوگوں سے خراج کی رقم جمع کی جائے اور مسلمانوں کے لیے اس پر اعتماد کیا جائے۔ تم میرا یہ خط پاتے ہی میرے پاس چلے آؤ۔"

جب منذر آیا تو حساب کتاب کے بعد پتا چلا کہ اس کے ذمے تیس ہزار باقی ہیں۔ آپؓ نے وہ ادا کرنے کے لیے کہا، منذر نے انکار کیا، حضرت علیؓ نے اس سے قسم کھانے کے لیے کہا، لیکن منذر قسم نہ کھا سکا، تب حضرت علیؓ نے اسے جیل بھجوا دیا۔ لوگوں نے سفارشیں کیں۔ سفارش کرنے والوں میں صعصعہ بن صوحان بھی تھے۔ جو حضرت علیؓ کے بڑے دوست اور کوفہ کے بڑے پرہیز گار بزرگ تھے، چنانچہ اس کے بعد حضرت علیؓ نے اسے چھوڑ دیا۔

☆☆☆

عمرو بن سلمہ بحرین کے حاکم تھے، آپؓ انہیں اپنے ساتھ شام کی مہم پر لے جانا چاہتے تھے، چنانچہ انہیں لکھا۔

"میں نے بحرین پر نعمان بن عجلان کو حاکم مقرر کیا ہے، لیکن یہ اس وجہ سے نہیں کیا کہ تم پر کوئی الزام ہے۔ تم نے بہترین حکومت کی اور امانت کا حق ادا کر دیا لہٰذا تم کوئی خیال دل میں لائے بغیر چلے آؤ، میں تمہیں شام کی مہم میں اپنے ساتھ رکھنا پسند کرتا ہوں تم ان لوگوں میں سے ہو جن سے مجھے دین میں اور

دشمن سے مقابلے میں مدد ملے گی۔ خدا تمہیں اور ہمیں حق کی راہ پر چلنے والا اور حق پر فیصلہ کرنے والا بنائے۔

☆☆☆

اس کا مطلب ہے، آپؓ اچھوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا اور بروں کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے۔ نہ کسی کے ساتھ بے جا زیادتی کی۔ نہ بلاوجہ کسی سے کوئی اچھا سلوک کیا، آپؓ نے جو کچھ کیا، مسلمانوں کی بھلائی کے لیے کیا، یہاں تک کہ چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ سے بھی سخت سلوک کیا۔

☆☆☆

اپنی زندگی کے آخری دنوں میں، جب لوگوں نے آپؓ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، آپؓ اکثر موت کو یاد کرتے اور قاتل کے انتظار میں یہ الفاظ کہتے۔

''بدبخت کو کس نے روک رکھا ہے، کم بخت نے کیوں دیر لگا رکھی ہے۔''

آپؓ یہ شعر بھی پڑھتے تھے۔

موت کے استقبال کی تیاری کر لو
وہ تم تک پہنچنے والی ہے
موت سے نہ گھبراؤ جب اس نے
تمہارے صحن میں قدم رکھ دیا ہے

موت کے بارے میں آپؓ کو اشارہ مل گیا تھا، تبھی تو آپؓ اس کے انتظار میں رہتے تھے اور آخر وہ آ ہی پہنچی۔

☆☆☆

جس روز حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا، اس رات ان کے بیٹے محمد بن حنیفہ رات بھر مسجد میں عبادت کرتے رہے تھے۔ صبح کے وقت انہوں نے حضرت علیؓ کی آواز سنی، وہ لوگوں کو نماز کے لیے بلا رہے تھے۔ اچانک انہوں نے تلوار کی چمک لہراتے دیکھی۔ پھر حضرت علیؓ کو یہ کہتے سنا، اس شخص کو پکڑ لو، یہ بچ کر جانے نہ پائے۔ پھر لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ ابن ملجم کو پکڑ لیا گیا اور حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ محمد بن حنیفہ بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرما رہے تھے۔

"جان کے بدلے جان ہے، اگر میں مر جاؤں تو تم بھی اسے قتل کر دینا جس طرح اس نے مجھے قتل کیا ہے اور اگر میں زندہ بچ گیا تو اس کے بارے میں خود فیصلہ کروں گا۔

لوگ گھبرائے ہوئے حضرت حسنؓ کے پاس پہنچے۔ انہیں اس واقعے کا علم اس وقت ہوا جب ابن ملجم کو باندھ کر حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ایسے میں جندب بن عبداللہ نے حضرت علیؓ سے کہا۔

"اے امیر المومنین! خدا نہ کرے کہ آپ ہم سے جدا ہو جائیں لیکن اگر

ایسا ہوا تو کیا ہم حضرت حسنؓ کی بیعت کرلیں۔" (یعنی انہیں اپنا خلیفہ بنالیں)

آپؓ نے جواب میں فرمایا۔

"نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں۔ تم لوگ زیادہ مناسب سمجھتے ہو۔"

جب جندب نے دوبارہ یہی سوال پوچھا تو آپؓ نے حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو بلوایا اور ان سے فرمایا۔

"میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تم دونوں دنیا کو ہرگز تلاش نہ کرنا، چاہے دنیا تم سے بغاوت نہ کرے اور جو چیز تم سے چھن جائے اس پر رونا نہیں، ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا جو پریشان ہوں، ان کی مدد کرنا، ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی رہنا اور اللہ کی کتاب کے احکامات پر عمل کرنا۔"

حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے یہ الفاظ کہنے کے بعد آپؓ حضرت محمد بن حنیفہ کی طرف مڑے اور فرمایا۔

"میں تمہیں بھی یہی نصیحت کرتا ہوں جو تمہارے بھائیوں کو کی ہے۔ اس کے علاوہ یہی نصیحت بھی کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کی عزت کرنا۔ ان دونوں کا حکم ماننا اور ان کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔"

اس کے بعد حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے فرمایا۔

''میں تم دونوں کو بھی محمد کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیوں کہ یہ تمہارا بھائی ہے اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔ (محمد بن حنیفہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے سوتیلے بھائی تھے۔

جب آپؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے لوگوں کو یہ وصیت فرمائی۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ وصیت کی ہے جو علیؓ ابن ابی طالب نے کی ہے وہ اس بات کی وصیت کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب فرما دیں، خواہ یہ بات مشرکوں کو بری کیوں نہ معلوم ہو۔ یقیناً میری نماز، میری زندگی اور موت سب کچھ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں اطاعت کرنے والوں سے ہوں۔

تم سب مل کر اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ پیدا ہونے دو، کیونکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ ایک دوسرے سے تعلق رکھنا اور دوسروں کی اصلاح کرنا نفلی نمازوں اور نفلی روزوں

سے بہتر ہے۔ اپنے تمام رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اس سے اللہ تم پر حساب نرم کر دے گا۔ یتیموں کے معاملے میں اللہ سے ڈرنا، انہیں اتنا بھی موقع نہ دینا کہ وہ تم سے مدد طلب کریں، یعنی مدد مانگے بغیر انہیں دینا، انہیں پریشانی میں مبتلا نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے پڑوسیوں کے جو حقوق فرمائے ہیں ان کا خیال رکھنا، کیونکہ نبی ﷺ نے نصیحت فرمائی ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں جس کا پڑوسی اس سے تنگ ہو۔ قرآن کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، کیوں کہ نماز دین کا ستون ہے۔ اپنے پروردگار کے گھروں یعنی مسجدوں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ خالی نظر آئیں۔ جہاد کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرتے رہو اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو، کیوں کہ یہ پروردگار کے غصے کو بجھاتی ہے۔ تمہارے موجود ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اپنے نبی ﷺ کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں وصیت فرمائی ہے۔ فقیروں اور مسکینوں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو، انہیں اپنی روزیوں اور کھانوں میں بھی شریک کرو، اپنے غلاموں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو، نماز ادا کرو، لوگوں سے نیک بات کہو، اللہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ اللہ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے انہیں پورا کرو اور جن باتوں سے روکا ہے ان سے رکے رہو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تم پر برے لوگوں کو مسلط کر دے گا پھر تم دعائیں بھی کرو گے تو تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی،

دوسروں پر رحم کرو اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے رہو، لڑائی کے میدان میں
پیٹھ دکھانے سے بچو، بے رحمی سے بھی بچو، اور قوم میں پھوٹ ڈالنے سے بھی بچو۔
نیکی اور پرہیز گاری کے معاملہ میں ایک دوسرے کی مدد کرو، ہر معاملے میں اللہ
سے ڈرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اللہ تمہاری حفاظت
کرے۔

☆☆☆

اس کے بعد آپؓ نے اپنے قاتل کے بارے میں وصیت فرمائی اور پھر
کلمہ طیبہ پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔
حضرت عائشہ صدیقہؓ کو جب اس واقعے کی خبر ملی تو انہوں نے یہ شعر
کہے (ترجمہ)
"اس نے اپنی لاٹھی ٹیک دی ہے اور جدائی کو قرار مل گیا ہے، جس طرح
مسافر کی آنکھیں واپسی پر ٹھنڈی ہوتی ہیں۔"
ابن ابی رافع کہتے ہیں، میں حضرت علیؓ کی طرف سے بیت المال کا
خزانچی تھا۔ ایک روز حضرت علیؓ گھر تشریف لائے تو ان کی بیٹی اسی حالت میں
سامنے آئیں کہ انہوں نے بیت المال کا ایک موتی پہن رکھا تھا، انہوں نے اس
موتی کو پہچان لیا اور بولے:
"یہ موتی تو بیت المال کا ہے، تمہارے پاس کہاں سے آیا، خدا کی قسم

میرے لیے تمہارا ہاتھ کاٹنا لازم ہو گیا ہے۔ جب حضرت علیؓ نے اس بات کا

ارادہ کر لیا تو میں نے (ابن ابی رافع) ان سے عرض کیا۔

"اے امیر المومنین! خدا کی قسم! یہ موتی تو میں نے اسے پہنا دیا تھا، اگر

انہیں نہ دیتا تو یہ کہاں سے حاصل کر سکتی تھیں۔" تب کہیں جا کر آپؓ اپنے

دے سے رکے۔

یزید بن عدی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو قبیلہ ہمدان کی طرف

تے دیکھا، انہیں دو جماعتیں آپس میں لڑتی نظر آئیں۔ آپؓ ان کے درمیان

لس گئے اور دونوں کو الگ الگ کر دیا اور آگے بڑھ گئے، لیکن ابھی کچھ ہی دور

ئے ہوں گے کہ انہوں نے یہ آواز سنی۔

"کوئی مددگار ہے، کوئی مددگار ہے۔"

آپؓ فوراً ادھر چلے، اور آواز دینے والوں کی طرف بڑھتے ہوئے فرما

ہے تھے۔

"تیرے پاس تیرا مددگار آ گیا ہے"

اس آدمی نے ایک دوسرے آدمی کو پکڑ رکھا تھا۔ نزدیک پہنچ کر آپؓ نے

وچھا۔

"کیا معاملہ ہے؟" آواز دینے والے نے کہا۔

"اے امیر المومنین! میں نے اسے یہ کپڑا دو درہم میں فروخت کیا تھا اور یہ

شرط تھی کہ یہ مجھے بے کار کٹے ہوئے درہم نہیں دے گا، لیکن اس نے مجھے کٹے ہوئے درہم دے دیئے، اس وقت میں یہی درہم لے کر آیا تھا کہ یہ بدل دے لیکن اس نے انکار کر دیا، میں نے اصرار کیا تو اس نے میرے منہ پر طمانچہ دے مارا۔"

حضرت علیؓ نے یہ بیان سن کر طمانچہ مارنے والے سے فرمایا۔

"اس کے درہم بدل دو۔" پھر دوسرے سے کہا۔

"کوئی ایسا گواہ لاؤ جس نے اسے تمہیں طمانچہ مارتے دیکھا ہو۔"

وہ شخص گواہ لے آیا۔ آپؓ نے گواہی سننے کے بعد طمانچہ مارنے والے کو بٹھا دیا اور مظلوم سے فرمایا۔

"اب اس سے اپنا بدلہ لے لے۔" یہ سن کر مظلوم نے جواب دیا۔

"امیر المومنین! میں نے اسے معاف کر دیا۔" یہ سن کر آپؓ نے فرمایا۔

"میں نے تو تیرا حق پورا کرنے کا ارادہ کیا تھا۔" پھر اس شخص کے نو کوڑے مارے اور بولے۔

"یہ حاکم کی طرف سے سزا ہے۔"

☆☆☆

آپؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسینؓ نے یہ خطبہ دیا۔

"تم نے رات ایک شخص کو قتل کر دیا ہے، ایک رات میں جس میں قرآن

نازل ہوا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یوشع ؑ ابن نون شہید کیے گئے۔ خدا کی قسم جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں، وہ بھی ان سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ وہ لوگ جو بعد میں آئیں گے۔ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ انہیں لشکر دے کر روانہ فرماتے تھے اور جبریل و میکائیل ان کے دائیں بائیں ہوتے تھے، خدا کی قسم نہ انہوں نے کچھ سونا چھوڑا نہ چاندی، صرف آٹھ سات سو درہم اپنے خادم کے لیے چھوڑے ہیں۔“

اقوال زریں

آپؓ کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ دوسرے سے مسکرا کر پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔

☆ اللہ کی نعمتوں کا شکر کرنا نعمتیں حاصل کرنا ہے اور ناشکری سے زحمت حاصل ہوتی ہے۔

☆ ادب بہترین کمال اور خیرات افضل ترین عبادت ہے۔

☆ موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔

☆ زمانے کے پل پل کے اندر مصیبتیں چھپی ہوئی ہیں۔

☆ عقل مند آدمی اپنے آپ کو نیچا کر کے بلندی حاصل کرتا ہے اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اٹھاتا ہے۔

☆ دوستی ایک ایسا رشتہ ہے جو خود پیدا کیا جاتا ہے۔

☆ گناہوں پر شرمندہ ہونا انہیں ختم کر دیتا ہے اور نیکیوں پر غرور کرنا انہیں برباد کر دیتا ہے۔

☆ خواہشات آدمی کو ہلاک کر دیتی ہیں اور بری عادت ایک طاقت ور دشمن ہے۔

☆ عقل مند ہمیشہ غم اور فکر میں رہتا ہے۔

☆ سخاوت کرنے کے ساتھ احسان جتانا کمینہ پن ہے۔

☆ فاسق کی برائی کرنا غیبت نہیں۔

☆ قابل آدمی وہ ہے جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔

☆ معاف کر دینا انتقام لینے کا بہترین طریقہ ہے۔

☆ غریب وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔

☆ غریبی ایسی مال داری سے بہتر ہے جو آدمی کو گناہوں میں مبتلا کر دے۔

☆ تجربے کبھی ختم نہیں ہوتے اور عقل مند وہ ہے جو ان میں ترقی کرتا رہے۔

☆ مصیبت میں گھبرانا اور بھی بڑی مصیبت ہے۔

☆ معاف کرنے میں جلدی کرنا انتہائی شرافت کی نشانی ہے اور انتقام لینے میں جلدی کرنا انتہائی رذالت ہے۔

☆ عالم لوگ اس لیے غریب اور بے کس ہیں کہ جاہل لوگ زیادہ ہیں جو ان

کی قدر نہیں کرتے۔

☆ اپنے جرم کا اقرار کر لینا مجرم کے لیے ایک طرح کی سفارش ہے۔

☆ عقل مند جب خاموش ہوتا ہے تو اللہ کی قدرت کے بارے میں غور کرتا ہے، جب نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔

☆ بے قراری سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن اجر اور ثواب ضرور ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ لالچ سے کچھ روزی بڑھ نہیں جاتی، مگر آدمی کی عزت گھٹ جاتی ہے۔

☆ انسان اپنے لیے جو حالت پسند کرتا ہے، اسی حالت میں رہتا ہے۔

☆ برا آدمی کسی کے بارے میں نیک رائے نہیں رکھتا کیونکہ وہ ہر ایک کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے۔

☆ علم مال سے بہتر ہے، کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی حفاظت کرتے ہو۔

☆ اپنے اعمال کے وزن کو خیرات سے بھاری کرو۔

☆ شرافت عقل اور ادب سے نہ کہ مال اور حسب نسب سے۔

☆ حرام کاموں سے خود کو روکنا بھی صبر کی دوسری قسم ہے۔

☆ جلد باز آدمی اکثر اپنے کیے پر شرمندہ ہوتا ہے۔

☆ دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش اس وقت کر جب تو خود اپنی برائی دور

کر لے۔

☆ جو شخص اللہ تعالیٰ کو بھلا دیتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اسے بھلا دیتا ہے۔

☆ جو شخص کسی کے عیب کی تلاش میں رہتا ہے، اسے کوئی نہ کوئی عیب مل ہی جاتا ہے، یعنی خود اس میں عیب پیدا ہو جاتا ہے۔

☆ جو شخص خواہ مخواہ اپنے آپ کو محتاج بناتا ہے وہ محتاج ہی رہتا ہے۔

☆ جس شخص کے دل میں جتنا زیادہ لالچ ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ پر اتنا ہی کم یقین ہوتا ہے۔

☆ ہر ایک آدمی کی رائے اس کے ذاتی تجربے کے مطابق ہوا کرتی ہے۔

☆ اپنے دلوں سے دوستی کا حال پوچھو، کیونکہ دل ایسے گواہ ہیں جو رشوت نہیں لیتے۔

☆ جب تک کوئی بات تیرے منہ میں بند ہے، تب تک تو اس کا مالک ہے۔ جب زبان سے نکل جاتی ہے تو پھر وہ بات تیری مالک بن جاتی ہے۔

☆ ابتدائی عمر میں جو وقت ضائع کیا ہے۔ آخر عمر میں اس کے لیے کچھ کرے تا کہ انجام بخیر ہو۔

☆ جو لوگ تجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں، ان سے علم حاصل کر اور جو نادان ہیں انہیں اپنا علم سکھا۔

[illegible] ہے جو صبح کا مالک نہیں، پھر بھی امیدیں بڑھاتا

ہے۔

☆ کنجوس دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرے گا اور آخرت میں امیروں کا حساب کتاب بھگتے گا۔

☆ لمبی لمبی امیدیں باندھنے سے پرہیز کرو، کیونکہ وہ خدا کی عطا کردہ نعمتوں کی خوشی کو دور کرتی ہے اور پھر تم شکر ادا نہیں کرتے۔

☆ ہمسائے کا برا چاہنا اور نیکوں کے ساتھ برائی کرنا انتہائی سخت دلی ہے۔

☆ تیرے مال میں سے تیرا حصہ تو اتنا ہی ہے جسے تو نے آخرت کے لیے پہلے سے خیرات کر دیا ہے جسے تم نے دنیا میں چھوڑا، وہ تیرے وارثوں کا ہے۔

☆ اگر تو کسی کے ساتھ احسان کرے تو دوسروں سے پوشیدہ رکھ۔

☆ جو شخص بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرے گا۔

☆ غیبت کا سننے والا غیبت کرنے والوں میں شامل ہے اور برے کام پر راضی ہونے والا ایسا ہی ہے جیسا برے کام کا کرنے والا۔

☆ کبھی اچانک سب کام درست ہو جاتے ہیں اور کبھی طلب گار ناکام رہتے ہیں۔

☆ کبھی خوش کلامی سے ...... نقصان ہوتا ہے اور کبھی تلاش کرتے ہے اثر

ہو جاتا ہے۔

☆ اے دنیا! جو آدمی تیرے حیلوں اور مکروں سے ناواقف ہے، وہ جیتے جی مر چکا۔

☆ شرم کی انتہا یہ ہے کہ آدمی خود سے بھی شرم کرے۔

☆ جو شخص خود اپنے آپ کو گمراہ کرے، اسے کوئی دوسرا شخص کس طرح راہ پر لاسکتا ہے۔

☆ احمق کی عقل اس کی زبان کے پیچھے اور عقل مند کی زبان اس کی عقل کے پیچھے ہوتی ہے۔

☆ بخشش کا کمال یہ ہے کہ جو چیز کسی کو دینی ہو اسے دے دی جائے، انتظار میں نہ رکھا جائے۔

☆ کہاوتیں اور مثالیں عقل مندوں اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے بیان کی جاتی ہیں۔ نادانوں سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

☆ جو شخص حق کے خلاف کرتا ہے، حق تعالیٰ خود اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

☆ جو شخص نیک سلوک کرنے سے درست نہ ہو، وہ بدسلوکی سے درست ہو جاتا ہے۔

☆ جو شخص اپنے ہر ایک کام کو پسند کرتا ہے اس کی عقل میں کمی آ جاتی ہے۔

☆ جس شخص کی زبان اس پر حکمران ہو تو وہی اس کی ہلاکت اور موت کا

فیصلہ کرتی ہے۔

☆ جس شخص کی امیدیں چھوٹی ہوتی ہیں، اس کے عمل بھی درست ہوتے ہیں۔

☆ جو شخص جلدی کے ساتھ ہر ایک بات کا جواب دیتا ہے وہ ٹھیک جواب بیان نہیں کرتا۔

☆ جو شخص تجربوں سے بے پروائی اختیار کرتا ہے وہ کام کے انجام پر بھی غور نہیں کرتا۔

☆ جو شخص کسی بڑے کام کی بنیاد ڈالتا ہے وہ اس بنیاد کو اپنی جان پر قائم کرتا ہے۔

☆ جس شخص کو علم غنی سے بے پرواہ نہیں کرتا وہ مال سے کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

☆ جو شخص اپنی باتوں میں شرم رکھتا ہے، وہ اپنے کاموں میں بھی شرم سے دور نہیں ہوتا۔

☆ جو شخص اپنا راز محفوظ نہیں رکھ پاتا وہ دوسروں کا کوئی راز کس طرح محفوظ رکھ سکتا ہے۔

☆ جو شخص اپنی قدر آپ نہیں کرتا، کوئی دوسرا شخص بھی اس کی قدر نہیں پہچانتا۔

☆ جو شخص اپنی اصلاح نہیں کرتا، دوسروں کی اصلاح کس طرح کر سکتا ہے۔

☆ جو شخص کسی کے احسان کا شکر گزار نہیں، وہ آئندہ ضرور اس سے محروم ہو جاتا ہے۔

☆ جو شخص برائی کا نقصان نہیں جانتا، وہ اس سے بچ نہیں سکتا۔

☆ خدا کی مخلوق سے نیکی کرنا شکر ادا کرنے کے برابر ہے۔

☆ جو شخص گناہ سے پاک اور بری ہو، وہ نہایت دلیر ہوتا ہے اور جس میں کچھ عیب ہو وہ سخت بزدل ہوتا ہے۔

☆ جو شخص کل کو اپنی موت کا دن سمجھتا ہے، موت کے آنے سے اسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

☆ جو کام لوگوں کے سامنے مناسب نہیں، مناسب ہے کہ اسے چھپ کر بھی [illegible] نہ کیا جائے۔

☆ علم کی خوبی یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور احسان کی خوبی یہ ہے کہ جتایا نہ جائے۔

☆ جس شخص کا علم اس کی عقل سے زیادہ ہو جاتا ہے وہ اس کے لیے مصیبت [illegible] ہے۔

☆ دنیا دار لوگوں کی دوستی ایک معمولی اور ادنیٰ بات سے دور ہو جاتی ہے۔

☆ [illegible] سے اچھی ہے جس کا شکر [illegible]

ادا نہ ہو۔

☆ غریب آدمی جو اپنے رشتے داروں سے میل میلاپ رکھے، اس مال دار آدمی سے اچھا ہے جو ان سے تعلق توڑے۔

☆ جب تک کسی شخص کا پوری طرح حال معلوم نہ ہو، اس کی بزرگی پر یقین نہ لے آ۔

☆ جب تک کسی شخص سے بات چیت نہ ہو، اسے حقیر نہ سمجھ۔

☆ جس بات کا علم نہ ہو، اسے برا نہ سمجھو، ہوسکتا ہے، کئی باتیں ابھی تک تمہارے کان تک نہ پہنچی ہوں۔

☆ اگر کوئی قابل آدمی دوستی کے قابل نہ ملے تو کسی نااہل سے دوستی مت کر۔

☆ علم والا آدمی اگر حقیر حالت میں ملے تو اسے ذلیل نہ سمجھ، بے وقوف اگر بڑے رتبے پر ہو، اسے بڑا مت خیال کر۔

☆ کسی دوسرے کے نقصان پر خوش مت ہو، کیا خبر، کل تیرے ساتھ کیا ہوگا۔

☆ دشمن کے اچھے سلوک پر بھروسہ مت کر، کیونکہ پانی کو آگ سے کتنا ہی گرم کیا جائے، پھر بھی اسے بجھانے کے لیے کافی ہے۔

☆ موت سے بڑھ کر کوئی سچی اور امید سے بڑھ کر کوئی جھوٹی چیز نہیں۔

- ☆ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جلد باز نقصان نہ اٹھائے ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ صبر کرنے والا کامیاب نہ ہو۔
- ☆ اپنا واجبی حق لینے میں کبھی کوتاہی ہی نہ کرو، اور دوسرے کے حقوق نہ چھینو۔
- ☆ جس طرح جہالت کی بات کہنے میں کوئی خوبی نہیں، اس طرح حق بات کہنے کے موقعے پر چپ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں۔
- ☆ سچا آدمی سچائی کی بدولت اس مرتبے کو پہنچ جاتا ہے، جسے جھوٹا آدمی مکر اور فریب سے حاصل نہیں کر سکتا۔
- ☆ آدمی کی عقل اس کی گفتگو سے ظاہر ہوتی ہے اور اس کی شرافت اچھے عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔
- ☆ اپنی عقلوں کو ناقص سمجھتے رہو کہ عقل پر بھروسہ کرنے سے ضرور غلطی ہو جاتی ہے۔
- ☆ دولت مندی کی مستی سے خدا کی پناہ مانگو، یہ ایک ایسی لمبی مستی ہے کہ جس سے بہت دیر بعد ہوش آتا ہے۔
- ☆ بدکاروں کی صحبت سے بچا رہ کہ برائی برائی سے جلد مل جاتی ہے۔
- ☆ بات کرنے کے لیے وقت اور موقع ضروری ہے، ورنہ کئی مصیبتیں پیش آسکتی ہیں۔

☆ ہر ایک چیز کے لیے زکوٰۃ ہے اور عقل کی زکوٰۃ نادانوں کی باتوں پر صبر کرنا ہے۔

☆ جس نے تیری تعریف کی، چاہے تو اس تعریف کے قابل ہی کیوں نہ ہو۔ سمجھ لے کہ اس نے تجھے نقصان پہنچایا۔

☆ جس نے تجھے ذلیل سمجھا، اگر تجھ میں عقل ہے تو بے شک اس نے تجھے فائدہ پہنچایا۔

☆ نیک کام میں کسی سے پیچھے ہونا اس سے بہتر ہے کہ برے کاموں میں اوروں سے آگے چلے۔

☆ تیرا نفس تجھ سے وہی کام کرائے گا جس کے ساتھ تو نے اسے مانوس بنا دیا ہے۔

☆ وہ شخص تیرا بھائی نہیں جس کی خاطر مدارت کرنے کی ضرورت ہو۔

☆ اپنے وطن میں دوسروں کا محتاج بن کر رہنے سے بہتر ہے کہ تو سفر اختیار کرے۔

☆ خدا تعالیٰ سے صلح رکھ کہ آخرت سلامت رہے اور لوگوں سے صلح رکھ کہ دنیا برباد نہ ہو۔

☆ نرم مزاجی یہ ہے کہ جب انتقام لینے کی طاقت ہو تو انتقام نہ لے۔

☆ خدا تعالیٰ کے راضی ہونے کی یہ علامت ہے کہ بندہ اس کی تقدیر پر راضی

ہو۔

☆ سمجھ دار کے لیے ہر نگاہ میں عبرت ہے اور ہر تجربے میں نصیحت ہے۔

☆ سب سے اچھا اور عملی شکر یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے دوسروں کو بھی دے۔

☆ جان بوجھ کر غلطی نا قابل معافی ہوتی ہے۔

☆ اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنا چاہیے، ورنہ محسن لوگ نیکی کرنے میں بے رغبت ہو جاتے ہیں۔

☆ اگر کسی سوال کا جواب معلوم نہ ہو تو جواب میں یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا، آدھا علم ہے۔ یعنی اپنی لاعلمی کو کبھی برا نہ سمجھو۔

☆ کبھی تلواروں کے وار خالی جاتے ہیں اور کبھی خواب سچے نکل آتے ہیں۔

☆ ہر ایک بات میں ہاں میں ہاں ملانا منافقوں کی عادت اور ہر بات میں اختلاف کرنا دشمنی کی نشانی ہے۔

☆ دوست سے دھوکا کھانے اور دشمن سے مات کھانے سے بچارہ۔

☆ فضول امیدوں پر بھروسہ کرنے سے بچارہ کر یہ احمقوں کا سرمایہ ہے۔

☆ ظلم اور جبر کی جگہوں سے بچے رہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے عذاب کے محل ہیں۔

☆ مختصر بات تیرے لیے نہایت بہتر اور تیرے فضل وکمال کی نشانی ہے۔

☆ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نیک کام کرنے والا وہ ہے جسے غصہ نہ آئے۔

☆ انسان کو چاہیے۔ قبرستان کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے سب سے زیادہ سخت گناہ وہ ہے جو اس کے کرنے والے کی نظر میں چھوٹا ہو۔

☆ دنیا میں جو چیز بہت کم ہے وہ سچائی اور امانت ہے اور جو سب سے زیادہ ہے وہ جھوٹ اور خیانت ہے۔

☆ سب سے زیادہ احمق وہ ہے جو دوسروں کی بری عادتوں کو برا سمجھے اور خود ان پر جما ہوا ہو۔

☆ بے شک دلوں میں برے برے خیالات گزرتے ہیں مگر اچھی عقلیں ان سے باز رہتی ہیں۔

☆ بے شک دنیا مصیبتوں کا گھر ہے، جو شخص جلدی سے رخصت ہو جاتا ہے اس کی اپنی جان پر مصیبت آتی ہے اور جسے کچھ مہلت ہے، اپنے دوست احباب اور رشتے داروں کی جدائی کی مصیبت میں مبتلا رہتا ہے۔

☆ عقل مند کم باتیں کرتا ہے اور کم بات اکثر صحیح بات ہوتی ہے۔

☆ جب تجھے اللہ سے ڈر لگے تو بھاگ کر اس کی پناہ میں چلا جا اور جب مخلوق سے ڈر لگے تو ان سے دور بھاگ جا۔

☆ جانے والی ہر چیز ایک دن کم اور ہر ایک خوشی ایک نہ ایک دن ختم ہو جاتی ہے۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے یہ توفیق بخشش دیتا کہ وہ زمانے کے عبرت ناک واقعات سے عبرت کا سبق حاصل کرے۔

☆ جب تو کسی احسان کا بدلہ عملی طور پر نہ دے سکے زبان سے اس کا شکریہ ادا کر۔

☆ جب زاہد لوگوں سے بھاگ جائے تو اس کی تلاش کر اور جب زاہد لوگوں کو تلاش کرے تو اس سے بھاگ جا۔

☆ جب کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی حکمت معلوم نہ ہو اپنے خیالات کو آگے نہ بڑھا۔

☆ جب تو کمزوروں کو کچھ دے نہیں سکتا تو ان کے ساتھ مہربانی ہی سے پیش آ۔

☆ جب کسی آدمی میں کوئی برائی نظر آ جائے تو اس بات کا انتظار کرو کہ اس میں اس قسم کی اور عادتیں بھی ہوں گی۔

☆ نیک عمل کے ثواب کا اندازہ اسے لگایا جا سکتا ہے کہ اس عمل کے لیے کتنی محنت کی گئی۔

☆ جس شخص نے بندوں کا شکریہ ادا نہیں، گویا اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں

کیا۔

☆ آدمی کے چہرے کا حسن خدا تعالیٰ کی عمدہ عنایت ہے۔

☆ کسی چیز سے بالکل نا امید ہو جانا بہتر ہے۔ اسے طلب کرنے میں ذلت اٹھانے سے۔

☆ خوشامد اور تعریف کی محبت شیطان کے بہت مضبوط داؤ ہیں۔

☆ بہترین بات وہ ہے جس سے سننے والے کو ملال اور بوجھ نہ محسوس ہو۔

☆ ہر ایک شخص سے اس کی سمجھ کے مطابق کام کرو۔

☆ کمینوں کی دولت تمام مخلوق کے واسطے مصیبت ہے۔

☆ ایک مرتبہ کسی نے حضرت علیؓ سے درخواست کی کہ ہم دس آدمی ہیں، ہمارا ایک ہی سوال ہے، لیکن جواب ہر ایک الگ الگ چاہتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا، ہاں کہو تو اس نے یہ سوال پیش کیا، علم بہتر ہے یا مال آپ نے جواب دینا شروع کیا۔

۱۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال کی تجھے حفاظت کرنی پڑتی ہے اور علم تیری حفاظت کرتا ہے۔

۲۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال فرعون اور ہامان کا ترکہ ہے اور علم انبیاء کی میراث ہے۔

۳۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے لیکن علم ترقی

کرتا ہے۔

۴۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال دیر تک رکھنے سے خراب ہو جاتا ہے لیکن علم کو کوئی نقصان نہیں۔

۵۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال کو ہر وقت چوری کا خطرہ ہے، علم کو نہیں۔

۶۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال کا مالک کبھی کنجوس بھی کہلاتا ہے مگر صاحب علم کریم ہی کہلاتا ہے۔

۷۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ علم سے دل کو روشنی ملتی ہے مال سے دل تاریک ہو جاتا ہے۔

۸۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال کی کثرت سے فرعون وغیرہ نے خدائی کا دعویٰ کیا اور رسول پاکؐ نے کثرت علم سے یہ فرمایا کہ میں بندہ ہوں اور عبادت کا حق صرف اللہ کو ہے۔

۹۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال سے بے شمار دشمن پیدا ہو جاتے ہیں، لیکن علم سے ہر دلعزیزی حاصل ہوتی ہے۔

۱۰۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ یوم قیامت...... مال کا حساب دینا ہوگا، علم کا کوئی حساب نہیں ہوگا۔

ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کو کسی مکان میں بند [illegible] کر دیے جائیں تو اسے رزق کس